آؤ

اپنا ایمان درست کرلیں

ظہور احمد قریشی

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ
جموں و کشمیر

Scanned with OKEN Scanner

آؤ

اپنا ایمان درست کرلیں

ظہور احمد قریشی اورنگ آباد

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ
جموں و کشمیر

Scanned with OKEN Scanner

یکے از مطبوعات

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ، جموں وکشمیر

نام کتاب: آؤ اپنا ایمان درست کرلیں

تالیف: ظہور احمد قریشی

ناشر: سکریٹری سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

مطبع: ایس ایس پریس چوڑی والان دہلی

ملنے کے پتے

۱۔ دفتر سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر
جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر کشمیر ۱۹۰۰۰۱

۲۔ مکتبہ مسلم، بربرشاہ، سری نگر کشمیر ۱۹۰۰۰۱

Scanned with OKEN Scanner

فہرست مضامین

ارکان اسلام ۵
شرک برا کیوں ۶
شرک اور شیطان ۷
بزرگانِ دین سے حاجت طلب کرنا شرک ہے ۸
بدعت کی حقیقت ۱۸
اہل بدعت کے بارے میں وعید ۱۹
بدعتی کے بارے میں حضرت خواجہ معصوم کا قول ۲۰
حضرت جنید بغدادی اور اتباعِ سنّت ۲۰
شکم پرست علماء ۲۴
شریعت طریقت کے بارے میں خواجہ معصوم .. ۲۵
کرامات کے بارے میں حضرت شیخ ابوسعید کا قول ۲۶
ایک قلندر کا عبرت انگیز واقعہ ۲۸
احکام شرعیہ کی پابندی کی اہمیت ۲۹
اسلام کی تخریب میں یہودیوں کا حصہ ۳۸
شیعی اثرات دور کرنے میں علماء..... ۳۹
اسلام اور صلیبی جنگیں ۳۳
اکبر اور دین الٰہی کا فتنہ ۴۲
اکبری الحاد کے دوررس اثرات ۳۹
اورنگ زیب اور اتباعِ شریعت ۴۰
مشاہد کا رونق واہتمام و ۴۳
حجاز میں قبر پرستی نہیں ۵۲
مسلمانوں میں شیعی اثرات ۴۶
مصنف سے نفرت اور بدعت سے شغف ۴۷
غیر اللہ کے نام سے ذبیحہ کی ممانعت ۵۱
صاحب مزار کو حاجت روا اور مشکل
کشا سمجھنا شرک ہے ۵۳
وسیلہ و واسطہ ۵۴
قبر کو چومنا ۵۵
حضرت شاہ عبدالعزیز کا قول ۵۶
حضرت شیخ احمد سرہندی کا قول ۵۷
حضرت شاہ ولی اللہ ولی ۵۷
روز قیامت کی کسمپرسی و شیطان کی برأت ۵۹
شرک گناہ عظیم ہے۔ ۶۲
توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ۶۳

Scanned with OKEN Scanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ
لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا
اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

یہ چند کلمات اکثر آپ لوگوں نے علماء دین اور بزرگوں کے وعظ کی ابتداء اور دین کی دعوتوں کی محفل میں سنا ہوگا جس کے معنی ہیں، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں ہم اسی کی تعریف بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں جسے اللہ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے دوسرا کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ان کلماتِ مقدسہ میں سب سے پہلے تو یہ اقرار کیا جا رہا ہے ہم رب العالمین کی حمد و ثنا جس قدر بھی کریں کم ہے اور ہم اس پروردگار کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح وہ اپنے ننانوے اسمائے حسنیٰ کے معنوی لحاظ سے ہے۔ پھر اس عقیدہ کا اظہار ہو رہا ہے کہ وہی ذاتِ باری ہے کہ جب وہ کسی کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے تو لاکھ شیطان مل کر بھی اس کو غلط راستے پر نہیں ڈال سکتے اور جب کوئی بندہ اللہ کی جانب سے گمراہی پر چلا جائے تو

لاکھ کوشش کرلے کوئی اس کو سیدھے راستے پر نہیں لا سکتا۔ پھر آخر میں ایمان کی اصل بنیاد کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو ایک ہے، اس کا ساتھی، شریک یا اس کے کاموں میں مدد کرنے والا کوئی نہیں اور دوسری گواہی اس بات کی کہ رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے پیغمبر برحق ہیں۔

ارکان اسلام

یعنی ہمارے ایمان کی بنیاد پانچ باتوں پر قائم ہے جس میں سب سے پہلا رکن کلمۂ شہادت، دوسرا نماز، تیسرا زکوٰۃ اور چوتھا حج کعبۃ اللہ اور رمضان کے روزے۔ یعنی کوئی بندہ ان پانچ باتوں کا پابند نہیں ہو جاتا اپنے آپ کو ایماندار یا مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے کہ

● حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے۔ ایک اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں (کوئی عبادت کے لائق نہیں) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ ادا کرنا، چوتھے حج بیت اللہ کرنا اور پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔ ●

اسلام کا یہ پہلا رکن باقی تمام ارکان سے اہم ہے کیونکہ جب تک کوئی بندہ دل یا یقین سے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ اور عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا اقرار نہیں کرتا، باقی دوسرے ارکان کا اہل نہیں مانا جائے گا۔ اس کلمۂ طیبہ میں وحدت اور رسالت کے یقین محکم کا بندے سے اقرار کروایا جا رہا ہے۔ یعنی شرک اور بدعت سے بندے کی لاتعلقی کا اقرار اور یہ کلمہ ہی ایمان

کی اصل بنیاد ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی آدمی کو نیا نیا مسلمان کیا جاتا ہے تو نہ اس سے کسی قسم کا عمل کروایا جاتا ہے اور نہ کسی قسم کی اجرت لی جاتی ہے اور نہ ہی کوئی حرکات کروائی جاتی ہیں۔ بلکہ کچھ مسلمانوں کی موجودگی میں کسی دیندار آدمی کے ذریعہ اس شخص سے کلمۂ شہادت کہلوایا جاتا ہے اور جب وہ آدمی یہ کلمہ اپنے دل و زبان سے ادا کر دیتا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ بعد میں اس کو دوسرے ارکان اور اعمال کے سبق آہستہ آہستہ سکھلائے جاتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان اصل میں توحید کے ماننے کا دوسرا نام ہے۔ جس نے وحدت اور رسالت کو چھوڑ کر شرک و بدعت اختیار کی وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ قرآن کریم میں اکثر آیات شرک سے باز رہنے اور مشرکین کی تباہی و بربادی (جو وہ اللہ کی ذات یا اسکی صفات میں غیر اللہ کو شریک کہتے ہیں) کے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہم غور کریں کہ شرک اور بدعت کیا ہے جس کے لیے اللہ نے ہمیں سختی سے منع فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے اسمائے حسنیٰ کے معنی پر غور کریں، تو معلوم ہوگا کہ اس کے کچھ معنیٰ اور صفات ہیں تو کسی فانی مخلوق کو ان صفات کے مماثل سمجھنا شرک ہے۔ اب آپ ان اسمائے حسنیٰ کی صفات کے مماثل کسی اور کو سمجھ رہے ہوں تو جان لیجئے کہ آپ شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ عام الفاظ شرک کو یوں سمجھیئے کہ ایک لمیٹیڈ کمپنی ہے جس کو چلانے والے کئی کاروباری لوگ اس کے مالک ہوتے ہیں یا جس طرح روزمرہ کی زندگی میں آپ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں آدمی دونوں عادات و اطوار میں مشترک ہیں۔

شرک بُرا کیوں؟

آپ اس مثال، سے اندازہ لگائیں کہ آپ نے کوئی جائیداد یا کاروبار اپنی محنت کی کمائی سے یا پیسہ پیسہ جوڑ کر بنائی اور جب اس سے فائدہ اٹھانے کا

وقت آیا تو کوئی دوسرا شخص یا آپ کا دشمن اس جائیداد یا کاروبار میں اپنے حصے دار ہونے کا دعویٰ کردے اور کچھ جھوٹے گواہ بھی پیدا کرلے تو آپ کا کیا حال ہوگا۔ آپ اس جھوٹے دعویدار اور اس کے گواہوں کے ساتھ مرنے اور مارنے کو تیار ہوجائیں گے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ آپ کا بچہ روزانہ کچھ مانگتا ہے اسے آپ کبھی کچھ دے دیتے ہیں اور کبھی انکار کردیتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ وہی بچہ آپ کے پڑوسیوں سے یا دوسرے لوگوں سے بھی مانگتا ہے تو آپ کو کتنا غصہ آئے گا۔ اس کی عادت چھڑانے کیلئے آپ اُس کو مارپیٹ سے بھی دریغ نہیں کریں گے اور اس کو سمجھائیں گے کہ بیٹا تمھیں جو کچھ چاہیئے ہم سے مانگو، دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا بہت بری بات ہے۔

اب آپ ہی بتلائیں کہ اس رب العالمین کو جو ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے اور انکی ہر حاجت کو پورا کرنے والا بھی ہے۔ ہم اس کو بھول جاتے ہیں جو رات دن میں کئی مرتبہ اپنے بندوں کو پکارتا ہے۔ "کون ہے جو مجھ سے طلب کرے کہ میں اسے عطا کروں اور ہم ہیں کہ اس کو چھوڑ کر فانی مخلوق یعنی پیروں فقیروں، مرشدوں، شہیدوں، اماموں، ہمزادوں یا روحوں کو اس رب کریم کے کاموں میں دخل دینے یا سفارش کرنے والے تصور کرتے ہیں۔ پھر وہ کیوں ہماری ایسی غلطیوں کو معاف کرے گا۔

شرک اور شیطان

یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں ان کے شروعات کی اصل کہانی یوں شروع ہوتی ہے کہ جب شیطان باری تعالیٰ کے حضور سے حضرت آدمؑ کی وجہ سے دھتکار دیا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ:

۹ اور کہا شیطان نے کہ میں تیرے بندوں سے اپنا حصّہ مقرر کرواؤں گا

اور ان کو طرح طرح سے بہکاؤں گا، اور امیدیں دلواؤں گا اور ان کو سکھاؤں گا کہ چیریں جانوروں کے کان، اور سکھاؤں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلیں، اور جو لوگ شیطان کو دوست بنائیں گے اللہ کو چھوڑ کر وہ بہت بڑے نقصان میں ہیں۔ اور ان کو شیطان وعدہ دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے ایسے جو وعدہ پورا نہیں کر سکتا اور یہ سب شیطان کا فریب ہے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہاں سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ۶ (ترجمہ سورۃ النساء ۱۱۸ تا ۱۲۱)

ان آیات کریمہ سے ہم کو یہ پتہ چلتا ہے کہ شیطان لعین جو کہ ہمارا ازلی دشمن ہے دنیا میں دھکیلے جانے کے وقت ہی اس بات کا بیڑہ اٹھا رہا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو عجیب عجیب طریقوں سے بہکائے گا اور ان کو جھوٹے وعدے دے گا کسی سے کہے گا کہ غیر اللہ اور دیوی دیوتاؤں، جنوں، بھوتوں کے نام پر جانور کے کان چیر کر چھوڑ دو تاکہ اس کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ جیسے ہم مسلمانوں میں بڑے پیر یا کسی شہید یا امام یا سید صاحب کے نام سے گائے یا بکرا پال کر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ مست ادھر ادھر کھاتا پھرے اور جب خوب موٹا تازہ ہو جائے تو ان بزرگ کے نام سے ذبح کیا جائے۔ پھر دعوت ہو اور خوب جشن منایا جائے۔

بزرگان دین سے حاجت طلب کرنا شرک ہے

یوں تو ہر دور اور ہر پیغمبر کے زمانے میں شیطان نے لوگوں کو طرح طرح سے بہکایا اور شرک کرنے پر مجبور کیا۔ جن کی مثالوں سے قرآن پاک کی اکثر آیتیں بھری ہوئی ہیں۔ لیکن جب اسلام طلوع ہوا تو اللہ کے کلام کی روشنی نے دنیا کو منور کر دیا اور شیطان کا کاروبار ٹھنڈا ہونے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شیطان کبھی اتنا مجبور و لاچار نہ ہوا تھا لیکن اس کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا گیا

شیطان نے اپنی ایک نئی فوج مرتّب کی اور ان کو مسلمانوں کی صفوں میں شامل کر دیا جنھوں نے زمانہ قدیم کی روایتوں سے ہٹ کر مسلمانوں کو ایک نئے شرک کی طرف راغب کیا، پہلے لوگ اصنام پرستی، سورج پرستی یا جانور پرستی، آگ پرستی یا اوہام پرستی میں مبتلا تھے تو اب لوگ پیروں، بزرگوں، ولیوں، شہیدوں، اماموں، پیغمبروں اور مرشدوں کی قبر پرستی کے ذریعے اس کسر کو پورا کر کے شیطان کو خوش کر رہے ہیں۔ قرآن کریم جو اللہ کی آخری کتاب ہے۔ جس کے بعد اب کوئی دوسری کتاب یا صحیفہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوگا۔ اس کی آیات ہر زماں و مکاں کے لیے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہیں اس لیے اسکی ہر آیت چاہے وہ شرک کے متعلق ہو یا اچھے اور بُرے کاموں سے متعلق ہو یا کسی دوسری قوم کو مخاطب کر کے فرمائی گئی ہو وہ صرف ان قوموں یا لوگوں کے لیے ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر اُس آدمی کے لیے ہے جو ان جیسا کام کر رہا ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم لوگوں کو جو یہ سمجھا گیا ہے کہ بزرگ، پیر، فقیر یا ولی مرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ہماری داد فریاد سُن کر ہماری مدد کرتے ہیں یا اللہ سے ہمارے لیے سفارش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اللہ کا کلام کیا ہے اور قرآن پاک ہم کو کیا ہدایت دیتا ہے؟

● بے شک آپ مردوں کو بات نہیں سُنا سکتے اور نہ سُنا سکتے ان بہروں کو جو پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں (ترجمہ سورۃ النمل ۸۰)

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سرورِ دو عالم سے مخاطب ہو کر مُردوں کو ان بہروں کے مثل فرما رہا ہے جو پیٹھ پھیرے ہوئے جا رہے ہوں، یعنی اگر ایک بہرا شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو تو وہ آپ کے اشاروں سے یا ہونٹ کے ہلنے سے کچھ نہ کچھ

مطلب سمجھ لے گا۔ لیکن اگر وہی بہرا شخص آپ آگے آگے بیٹھ کیے جارہا ہو تو آپ اس کو لاکھ پکاریں اور پیچھے سے چیخیں مگر وہ آپ کی کوئی بات نہیں سُنے گا۔ اس آیت سے یہ صریح مطلب نکلتا ہے کہ آدمی چاہے کوئی ہو وہ مرنے کے بعد کسی کی بات سُننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح فلسفۂ موت کو اللہ تعالیٰ نے مزید کھول کر بیان فرمادیا:

﴿ اور برابر نہیں زندے اور مردے، اللہ سُناتا ہے جس کو چاہے
اور تو نہیں سُنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو (ترجمہ سورہ فاطر ۲۲) ﴾

اب آپ غور فرمائیں اس اَرحمُ الرَّاحِمِینَ کا کتنا بڑا احسان ہے ہم پر، کہ وہ ہر بات کو صاف صاف کھول کر بتلاتے ہوئے ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔ اس آیت میں بھی وہ اپنے محبوب پیغمبر سے مخاطب ہو کر فرما رہا ہے کہ اے میرے رسول! ایک مردہ آدمی اور زندہ آدمی کا کوئی مقابلہ نہیں کیونکہ ہم زندہ آدمی کو جو عمل کی اور حواس خمسہ کی یعنی دیکھنے، سُننے، سونگھنے، چھونے، چکھنے اور ہر قسم کی طاقت رکھتا ہے اور ہمہ قسم کی طاقت سے جب اسے محروم کر دیتے ہیں تو آپ بھی ان قبر پڑے ہوئے لوگوں کو کچھ سُنانا چاہیں تو نہیں سُنا سکتے جب کہ یہ ہماری صوت ہے جس کو چاہیں جس حال میں ہو سُنا سکتے ہیں۔ جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرمایا جا رہا ہے کہ آپ بھی قبر میں پڑے ہوئے لوگوں کو کچھ نہیں سُنا سکتے تو پھر کیوں ہم لوگ بزرگوں، پیروں اور فقیروں کی قبروں پر جا کر انھیں حاضر و ناظر جانتے ہیں اور ہمارے حالات میں تبدیلی کرنے کی صلاحیت ان میں سمجھتے ہیں۔ وہ سراسر غلط ہے شرک ہے، خواہ انھیں اللہ سے چھوٹا ہی سمجھیں یا اُس کی مخلوق جانیں یا اس کا بندہ کہیں۔ اس معاملے میں اولیاء، پیغمبر، جن، بھوت، پریت سب برابر ہیں۔ یعنی اللہ کو چھوڑ کر مرے ہوئے لوگوں سے رجوع کرنا شرک میں شامل ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے جو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے

لوگوں کو پکارتے ہیں اس تعلق سے قرآن کریم میں یوں ارشاد ہو رہا ہے۔

"اور جن لوگوں کو پکارتے ہیں، اللہ کے سوا کچھ بیدا نہیں کر سکتے اور
وہ خود بیدا کیے گئے ہیں، مردے ہیں جن میں جان نہیں اور نہیں جانتے
کہ کب اٹھائے جائیں گے" (ترجمہ سورۃ النحل ۲۰ و ۲۱)

قرآن پاک کی یہ پیشین گوئی آج کس قدر ہم لوگوں پر صحیح ثابت ہو رہی ہے کہ ہم لوگ اس پروردگار کی بنائی ہوئی دنیا میں زندہ رہ کر اسی کی دی ہوئی نعمتوں سے استفادہ کر رہے ہیں مگر ذرا سی مشکل پیش آئی تو کوئی مولا مشکل کشا علیؓ کو مدد کیلئے پکارتا ہے، تو کوئی غوث الاعظم دستگیر کے نام کی دہائی دیتا ہے تو کوئی شہیدوں اور ولیوں کے نام سے نذر نیاز کرتا ہے تو کوئی قبروں کی زیارتوں کو اپنے غم کا مداوا سمجھ بیٹھا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ صاف صاف فرما رہا ہے کہ وہ ہماری مخلوق ہیں یعنی ہم نے انھیں بیدا کیا ان میں کسی قسم کی طاقت یا صلاحیت زندگی میں بھی نہیں دی تھی تو مرنے کے بعد جب وہ بے جان ہو گئے اور ان کو اس بات کی بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے تو ایسے لوگوں سے تم کس بات کی امید رکھتے ہو۔

اب یہاں پر میں آپ کو بتاتا چلوں کہ مولا مشکل کشا کے معنی کیا ہیں۔ مولا یعنی مالک، یہ نام صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے دوسرے مشکل کشا کے معنی ہیں مشکلات کھولنے والا (ہر مشکل کو ٹالنے والا) اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور جو صفت حضرت علیؓ سے منسوب کی جاتی ہے یہ خالص شیعوں کے رجحان کی عکاسی ہے۔ اہل سنت والجماعت اور حنفی مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حضرت علیؓ جو ایک بڑے صحابی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد خلیفۃ المسلمین اور قرآن و سنت پر سختی سے پابند تھے، بھلا وہ ایسے لقب کو جو ان کے اپنے لیے منتخب ہوا کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ یہ شیعہ حضرات کی ایجاد ہے۔

اور اس شرک و بدعت کا بانی عبداللہ بن سبا ایک یمنی یہودی تھا جو حضرت عثمان رضؓ کے دورِ خلافت
میں بظاہر اسلام لایا تھا تاریخ ملت عربی کا مصنف صفحہ ۳۰۵ پر لکھتا ہے" وہ عجیب پر پیچ آدمی
تھا۔ اس کی حد سے زیادہ عقیدت مندی سے خود حضرت علیؓ گھبرا جاتے تھے۔ چنانچہ اس کے ماننے
والوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کر گیا ہے۔ جب حضرت علیؓ کو ان
لوگوں کا پتہ چلا تو آپ نے انھیں آگ میں جلانے کا حکم دیا تو وہ لوگ خوشی خوشی یہ کہتے ہوئے
آگ میں چلے گئے کہ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ آگ میں جلائے۔ اس بات سے معلوم
ہوا کہ حضرت علیؓ اس بات سے بری ہیں کہ کوئی ان سے صفات باری تعالیٰ منسوب کرے۔

دوسرے غوث الاعظم دستگیر یہ لقب حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب
کیا جاتا ہے۔ اب آپ ان الفاظ پر غور کریں:

غوث الاعظم یعنی سب سے بڑا فریاد رس

دستگیر یعنی غیب سے مدد کرنے والا

غوث الثقلین یعنی دونوں جہانوں کا فریاد رس (انسانوں اور جنوں کی فریاد
سننے والا) یہ ایسے القاب ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کی صفات ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
جیسے بزرگ جو تمام صوفیا میں بڑے پائے کے موحد، قرآن و حدیث کے سختی سے پابند تھے،
بھلا وہ کیسے ان ناموں کو اپنے ساتھ گوارا کر سکتے تھے۔ اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں آپ
فرماتے ہیں۔ "حرام ہیں ایسے القاب اور نام جو اللہ تعالیٰ کے ناموں کی برابری کریں"۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:

"خبردار جس نے اپنی جیسی مخلوق سے امید رکھی اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ مخلوق میں
کوئی نبی، ولی، شہید، جن یا فرشتہ نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور نہ کسی کے اختیا

میں عطا کرنا ہے نہ روکنا۔"

مشکل کشا، دستگیر، غوث الثقلین، غوث الاعظم وغیرہ یہ ایسے القاب ہیں جو صرف اللہ جل جلالہ کی صفات ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ جیسے بزرگ خود ایسے ناموں اور القاب کو جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی برابری کرتے ہوں، ان کو حرام کہہ رہے ہیں۔ اس تعلق سے قرآن پاک میں آیا ہے۔

"جب تم فریاد کرتے ہو اپنے رب سے تو وہ پہنچتا ہے تمھاری فریاد"
(سورۃ انفال ۹)

اسی سلسلے میں حدیث شریف ہے کہ:

فریاد رسی مجھ سے نہیں کی جاتی، فریاد رس تو صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

یعنی آیت قرآنی اور حدیث دونوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ غوث صرف اللہ ہی کی صفت ہے۔ علاوہ اس کے ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبروں میں کسی نے اپنے آپ کو غوث نہیں کہا۔ سوا لاکھ اصحاب رسول میں کسی نے اپنے نام کے آگے غوث کا یہ مشکل کشا کا لفظ نہیں لگایا۔ پھر ہم لوگ کس لیے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے نام پر غوث الثقلین اور غوث اعظم کا لقب لگاتے ہیں۔ کیوں حضرت علیؓ کو مولا مشکل کشا کہہ کر حضور سرور کائنات سے بھی زیادہ رتبہ دے کر اللہ تعالیٰ کی صفات میں داخل کر رہے ہیں۔ کیا یہ کام ایمان رکھنے والوں کو زیب دیتا ہے۔ اسی سلسلے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے:

"جن کو پکارتے ہو تم اللہ کے سوا، وہ بندے ہیں تم جیسے، بھلا پکار کر دیکھو کیا وہ قبول کرتے ہیں تمھاری پکار کو؟ اگر تم سچے ہو۔"

(سورۃ اعراف ۱۹۴)

اس آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ ان گنہگاروں کو آگاہ فرما رہا ہے کہ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن دوسرے لوگوں کو پکارتے ہو جب کہ وہ خود ہی تم جیسے ایک انسان ہیں جو اچھائیاں اور برائیاں تم میں ہیں ان میں بھی تھیں۔ اور اگر تم ان کو صاحبِ قدرت سمجھ رہے ہو تو ذرا اپنی تکلیف ان کو بتاؤ اور دُور کر دالو۔

اسی طرح مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کونسا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو مدد کیلئے پکارنا، کیونکہ جس نے تجھے پیدا کیا وہی تیری خبر گیری بھی کرتا ہے۔

ان تمام آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کا رجحان جو زیادہ تر بزرگوں اور ولیوں کے مزاروں پر جا کر ان سے اپنے مقاصد بیان کرنا اور نذر نیاز دلانا اور کسی کو مدد کے لیے پکارنا، یہ سب باتیں مشرکین سے وابستہ ہیں جو ہم لوگ کر رہے ہیں اور یہ بات بھی اچھی طرح ظاہر ہے کہ ہر مخلوق فانی ہے جو ایک نہ ایک دن فنا ہونے والی ہے اور کوئی برگزیدہ انسان بھی موت کے چنگل سے نہ بچا ہے اور نہ بچے گا۔ ایسی فانی اور مجبور و محتاج مخلوق کو ہم کیوں نافع و ضار سمجھتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب ختم المرسلین کو بھی قرآن پاک میں اس طرف اشارہ فرما رہا ہے۔

"اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ کیلئے زندہ رہنا۔ پس اگر تو مر جائے تو کیا وہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے"

(سورۃ الانبیاء ۳۴ و ۳۵)

ان آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے موت کی ہمہ گیر حیثیت پر یہ کہہ کر آخری مہر لگا دی کہ اے میرے رسول! دنیا میں آج تک جو بھی پیدا کیا گیا ہم نے ان میں سے کسی کو زندہ رہنے نہیں دیا۔

اور آپ کو بھی ضرور مرنا ہے۔ اور جو لوگ آپ کے مرنے کی تمنا رکھے ہوئے ہیں وہ بھی ایک دن مرجائیں گے۔ کیونکہ موت کو ہم نے ہر زندہ کے لیے لازم قرار دیا ہے۔

ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب عمل ختم ہو جاتے ہیں، سوائے تین چیزوں کے

۱۔ صدقۂ جاریہ ۲۔ علم نافع ۳۔ نیک اولاد

یعنی ایک زندہ انسان رات دن جو کچھ بھی اپنی طاقت، اپنے دماغ اور جسم کے ذریعہ کرتا ہے وہ موت کے ساتھ ہی سب ختم ہو جاتے ہیں اور صرف تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں ان میں پہلی چیز صدقۂ جاریہ ہے یعنی ایسا کام جو اس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی نیک کمائی سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی خاطر کیا۔ مثلاً مسجد، مسافر خانہ، یا یتیم خانہ وغیرہ بنوایا جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

دوسری چیز علم نافع ہے یعنی ایسا علم جو قرآن اور احادیث کی روشنی میں لوگوں کو دیا جس سے لوگ راہ راست کی طرف آگئے۔ اُن لوگوں کے ہر نیک کام کا ثواب بھی اس شخص کو ملے گا یا اللہ کے علم کے ذریعے ایسی کتابیں لکھیں جس سے لوگ بُرے کاموں سے باز آگئے اور شرک و بدعت کو چھوڑ دیا۔

تیسری چیز نیک اولاد ہے جس سے مراد ایسی اولاد جو شریعت اسلامی کی سختی سے پابند ہو اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور برے لوگوں سے دُور رہے اور اپنے ماں باپ کے حق میں ہمیشہ بارگاہِ خداوندی میں دعاگو رہے۔

اب اگر ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ کہیں کہ میاں! مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہو اور قبر کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہو جس کا مُردہ مدت ہوئی گل سڑ گیا اور مٹی ہو چکا

اُس کو خبر بھی نہیں کہ تم اس کے پاس آئے ہو اور کچھ مانگ رہے ہو وہ بیچارہ تو اتنا بے بس ہے کہ قبر پر بیٹھی ہوئی مکھیوں کو بھی اڑا نہیں سکتا تو پھر وہ تم کو کیا دے گا۔ اس پر وہ لوگ بڑے طنطنے سے کہیں گے " اجی ہم ان سے کچھ مانگنے تھوڑی آئے ہیں بلکہ ہم اس بزرگ کو اپنا دکھ درد اور اپنے حالات عرض کرنے آئے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کریں اور ہماری تکالیف دور ہوں، شرک تو جب ہوتا کہ ہم ان بزرگ یا ولی کو خدا سمجھتے ہم تو ان کو بھی اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھتے ہیں، البتہ یہ ضرور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ قدرت اور تصرف دیا ہے وہ لوگ اللہ کے نیک اور محبوب بندے تھے اس لیے ان کو پکارنا اللہ کو پکارنے کے برابر ہے اور ان سے مدد طلب کرنا اللہ سے مدد مانگنے کے برابر ہے۔ یہ اللہ کے پیارے بندے جو چاہیں کر ڈالیں۔ یہ لوگ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں۔ جو بھی انکے حضور میں جاتا ہے اس کو خدا مل جاتا ہے۔ ان کو ہم جتنا پیار کریں اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو لگے، اسی لیے ہم ان کو پکارتے ہیں اور ان سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے خداداد قدرت اور تصرف کے ذریعہ ہماری مشکلات دور کر دیں۔"

ایسے خیالات کے لوگ ہم کو ہر طبقے میں ملتے ہیں۔ جاہل تو بے چارہ ویسے ہی عقل سے کورا ہوتا ہے۔ وہ پڑھے لکھے اور سمجھ دار لوگوں کو بھی ایسے ہی عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو یہی خیال کرتا ہے کہ یہ اچھے کام ہیں جب تو یہ بڑے صاحب ایسا کر رہے ہیں یہ کیسی گھناؤنی اور بدبختی کی باتیں ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے بزرگان دین سب ہی نے ان اعمال اور خیالات کو کافرانہ قرار دیا ہے۔ قرآن پاک میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے کہ:

" کیا انھوں نے پکڑے ہیں اللہ کے سوا سفارش والے تو کہہ، اگرچہ ان کو

قل للہ الشفاعۃ جمیعا لہ ملک السموات والارض
ثم الیہ ترجعون ۴۴

اختیار نہ ہو کسی چیز کا اور نہ سمجھ تو کہہ اللہ کے اختیار میں ہے
ساری سفارش، اسی کا راج ہے زمین اور آسمان میں، پھر اسی کی
طرف پھیر دیے جاؤ گے۔ (سورۃ الزمر ۴۳ ۴۴)

افسوس ہم کتنے کم عقل ہیں کہ اس رحیم و کریم کے صاف صاف حکم کے بعد کہ اللہ نے مخلوق میں کسی کو کوئی قدرت اور تصرف نہیں دیا اور نہ کوئی اس کی بارگاہ میں کسی دوسرے شخص کی سفارش کا حقدار ہے۔ کیونکہ کسی بندے کے اعمال ہی اللہ تعالیٰ کے پاس اصل سفارش کا ذریعہ ہیں کیونکہ یوم آخرت میں جب سب بندے اس پروردگار کے حضور میں پہنچیں گے تو وہاں کیا بزرگ، کیا ولی، حتیٰ کہ تمام پیغمبر بھی نفسی نفسی کر رہے ہوں گے۔ وہاں پر کوئی پیر صاحب اپنے مرید کو پہچانیں گے، نہ کوئی ماں باپ اپنی اولاد کو۔ اس وقت سفارش کا حق صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس ہوگا اور وہ جسے چاہے گا دے گا احادیث سے ثابت ہے کہ وہ حق اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی آخرالزماں کو دے گا۔ اب آپ غور کریں کہ ہمارے نبی کن لوگوں کے لیے اللہ کے پاس سفارش کریں گے؟ اپنے انہی امتیوں کیلئے جنھوں نے اللہ کی کتاب اور احادیث کی روشنی میں اپنے آپ کو شرک و بدعت سے پاک رکھا تھا۔

"قرآن پاک میں اور دوسری جگہ ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد ہے کہ، دیکھو خالص عبادت صرف اللہ کیلئے ہے اور جنھوں نے اللہ کے سوا دوست بنائے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں گے تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان میں فیصلہ کر دیگا۔ بے شک اللہ اس شخص کو جو جھوٹا اور ناشکرا ہے ہدایت نہیں بخشتا"

(سورۃ الزمر ۳)

والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما
نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ
زلفی ان اللہ یحکم بینھم فی ما ھم فیہ یختلفون
ان اللہ لا یھدی من ھو کذب کفار

یہ وہی باتیں ہیں جو اس سے پہلے لکھی جا چکی ہیں۔ اور یہی باتیں آج کل بزرگ پرستی، اولیاء پرستی، پیر فقیر پرستی اور قبر پرستی والے لوگ کہتے ہیں اور اسی قسم کی باتیں اسلام سے قبل یہود و نصاریٰ کہا کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کبھی ہدایت نہیں دیتا وہ ہمیشہ ضلالت اور بےکسی کی حالت میں رہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ درگاہوں پر زیادہ تر ہجوم غریب اور درمیانہ طبقے کا ہوتا ہے اور اسی لیے وہ ہمیشہ پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں کہ اُس پروردگار کو چھوڑ دیتے ہیں جو اُن کے پاس ہر گھڑی موجود ہے بلکہ شہ رگ سے بھی قریب تر ہے جب چاہو اور جہاں چاہو اس کو پکار لو، وہ ہر وقت اور ہر گھڑی ہماری سُن لیتا ہے نہ تو اس کو کسی نیاز یا نذر کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کہیں سفر کر کے جانے کی، بس ایمان چاہیئے۔

بدعت کی حقیقت

شرک کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات ہیں وہ کسی فانی مخلوق کے ساتھ بھی منسوب کرنا اور دوسری چیز بدعت ہے جو ہمیں اسلام سے دُور کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین کو ایک کتاب جو اگلی پچھلی امتوں پر ایک آخری اور مکمل آئین کی حیثیت رکھتی ہے —— نبیٔ آخر الزماں سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتار کر اسلام کے نام سے منسوب کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور اعمال کو ایک شریعت کی حیثیت دی اور اس شریعت کو جو احادیث اور سنت پر موقوف ہے اگر کوئی شخص اس میں یا ان باتوں میں اپنی طرف سے کوئی نئی بات یا شکل پیدا کرتا ہے وہ بدعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک کامل دین عطا فرمایا اور اس کے محبوب پیغمبر نے اسے ایک شریعت پر جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن کے اصحاب اُن کے نقشِ قدم پر

چلتے ہوئے لوگوں کو راست دکھاتے رہے اور جب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ختم ہوا تو دوسرے بزرگانِ دین نے کام کو اپنے ذمے لیا اور شریعت کے نفاذ میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ بدعت کی لعنت سے متعلق حضرت فضیل ابن عیاضؒ جو کہ اکابر صوفیاء میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص صاحب بدعت سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے عمل حبط کر دے گا اور اس کے قلب سے ایمان سلب کر لے گا۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ایسے شخص کو جو صاحب بدعت سے بغض رکھتا ہو اس کے بدعتی سے بغض رکھنے کے صلے میں یقیناً بخش دے گا اگرچہ اس کے نیک عمل قلیل ہی کیوں نہ ہوں۔ اے مخاطب! تو جب کسی بدعتی کو ایک راستے پر چلتا دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں اہل بدعت پر لعنت فرمائی ہے۔

اہل بدعت کے بارے میں وعید

"جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دے اس پر اللہ کی اور اُس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی ہے۔ نہ ایسے شخص کا فرض قبول اور نہ نفل"۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اے عائشہ! وہ لوگ جنھوں نے دین میں تفریق کی اور گروہ در گروہ اصحاب بدعت اور ارباب ہوا و ہوس ہیں۔ ان کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ میں اُن سے بَری ہوں اور وہ مجھ سے۔

درحقیقت بدعت پھیلانے میں مطلب پرست عُلماء، پیری مریدی کے سوداگر قسم کے مرشد صاحبان اور اسلام دشمن لوگوں کا ہاتھ ہوتا ہے اور بزرگانِ دین نے ہمیشہ

Scanned with OKEN Scanner

ایسے لوگوں سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے۔

بدعتی کے بارے میں خواجہ معصومؒ کا قول:

حضرت خواجہ معصوم سرہندیؒ جو ایک پائے کے بزرگ گزرے ہیں۔ طالبانِ حق کو ہمیشہ خبردار کیا کرتے تھے۔ آپ کے مکتوبات میں مکتوب نمبر ۱۰۱ میں عبدالحکیم کے نام آپ نے لکھا۔
"اے میرے بھائی ناجنس اور مخالفِ طریق کی صحبت سے بچتے رہنا"۔
یحییٰ معاذ رازیؒ کا مقولہ ہے کہ ان تین اصناف سے اجتناب کرو۔
"۱) غافل علماء ۲) خوشامدی لوگ ۳) جاہل صوفیاء
اور فرمایا جو شخص مسندِ مشیخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس کا عمل موافق سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، خبردار خبردار!! اس سے دور رہنا بلکہ احتیاطاً اس شہر سے بھی دور رہنا، جس میں ایسا مکار رہتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ عرصہ بعد اس کی طرف دل کا کچھ میلان ہو جائے اور کارخانۂ روحانیت میں خلل پیدا ہو۔ ایسا شخص ہرگز اقتدار کے لائق نہیں ہوتا وہ درحقیقت ایک چور ہے۔ ہر چند کہ خوارقِ عادات دیکھو اور اس کو دنیا سے بظاہر بے تعلق بھی پاؤ، کبھی اس کی طرف ملتفت نہ ہونا اور اس کی صحبت سے اس طرح بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہو"۔

حضرت جنید بغدادیؒ اور اتباعِ سنت

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ کامیابی کے تمام راستے بند ہیں سوائے اس شخص کے راستے کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی پیروی کرے۔ آپ ہی کا قول

Scanned with OKEN Scanner

ہے کہ مقربین اور صادقین کا راستہ درحقیقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے اور علماء جو شریعت اور طریقت پر حاوی ہیں وہی وارثِ نبی کہلانے کے مستحق ہیں کیونکہ وہ اقوال، اخلاق اور افعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوتے ہیں۔

مکرر لکھتا ہوں کہ آدابِ نبوی کا خیال نہ رکھنے والے اور سنتِ نبوی کے چھوڑنے والے کو ہرگز ہرگز عارف خیال نہ کرنا۔ اس کے تبتّل اور انقطاع، خوارقِ عادات، زہد و توکّل اور زبانی معارفِ توحیدی پر فریفتہ و شیدا نہ ہونا۔

تمام کاموں کا دار و مدار اتباعِ سنّت پر ہے اور معاملہ نجات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی پیروی سے مربوط ہے۔ خوارقِ عادات کا مدار بھوک اور ریاضت پر ہے۔ اِس کا معرفت سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ سے فرمایا دینِ اسلام کو ہم ہی نے نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

ہم اس پروردگار کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہوگا جس نے ہمیں اس دینِ حق میں پیدا کیا اور ہماری رشد و ہدایت کے لیے ہمیشہ اپنے ان نیک بندوں کو ہم پر بھیجتا رہا جو پیغمبر آخرالزماں کی شریعت کو زندہ کرتے رہے۔ ہمارے اولیائے کرام اور بزرگانِ دین جنھوں نے دُور دراز سے آکر ہندوستان میں ہم لوگوں کو رموزِ اسلام سے آگاہ کیا اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ آپ کسی بھی پائے کے بزرگ کی سوانح حیات پڑھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ انھوں نے ہمیشہ شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے کے لیے جد و جہد کی اور کتاب اللہ اور... سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کے لیے لوگوں کو ہدایت کی۔ ان کا عمل شریعت سے مطابقت رکھتا تھا۔ پھر آج ہم لوگ اُنھی کی مزاروں پر جا کر غیر اسلامی رسومات کیوں کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لوگوں کو ہدایت کے لیے کئی کتابیں لکھیں جن میں

غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیوب کافی مشہور ہیں۔ اُن کو اٹھا کر دیکھیں کہ اِن میں آپ نے ان تمام باتوں کو غیر اسلامی اور غیر شرعی لکھا ہے جو ہم ان سے متعلق بڑی عقیدت مندی سے کر رہے ہیں۔

اسی طرح خواجہ معین الدین چشتیؒ کی لکھی ہوئی کتابوں سے بھی لوگوں نے صحیح راہ پائی۔ اِنکے علاوہ آپ کسی بزرگ کی سوانح حیات دیکھیں جو شریعت اور سنّت کا پابند تھا۔ انھوں نے لوگوں کو شرک و بدعات سے باز ہی رکھا۔

حضرت جنید بغدادیؒ جو رئیسِ صوفیا رہیں فرماتے ہیں:

جس نے قرآن حفظ نہیں کیا اور کتابت حدیث نہیں کی وہ ہمارے مسلک میں مقتدی بننے کے بھی قابل نہیں۔ اس لیے ہمارا طریقہ سراسر مقید بالکتاب والسُّنّت ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کل درگاہوں کے مجاور اور مختلف سلسلوں کے پیر صاحبان جو اپنے آپ کو ان بزرگ صوفیوں سے جوڑتے ہیں اور لوگوں کو مرید بنا کر طرح طرح کے غلط راستوں پر ڈال رہے ہیں۔ کیا وہ خود بھی تصوف اور طریقت سے واقف ہیں؟

آپ تصوف کی اُن کتابوں کو اٹھا کر دیکھیں جو بڑے بڑے صوفیائے کرام نے لکھی ہیں وہ فرماتے ہیں۔

تصوف کی رُو سے ایک پیر کامل اپنے مرید سے یہ توقع رکھتا ہے کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ کا سا جذبہ قربانی ہو جو اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے، حضرت ایوبؑ کا سا صبر ہو جنھوں نے اپنے جسم میں پڑے ہوئے کیڑوں کا تکلیف برداشت کی لیکن کبھی اُف تک نہ کی۔ حضرت زکریاؑ کے سے اشارات ہوں جنھوں نے تین دن تک خاموش رہ کر اشاروں میں بات چیت کی حضرت یحییٰؑ کی سی غربت ہو جو اپنے

وطن میں بھی پردیسی بنے رہے، حضرت موسیٰؑ کی سی ستر پوشی ہو جو اُون کا لباس پہنتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی سی قناعت ہو جن کے پاس ابتدا میں ایک پیالہ اور ایک کنگھی تھی لیکن .... ایک آدمی کو جب انھوں نے چلّو سے پانی پیتے دیکھا تو پیالہ پھینک دیا اور جب ایک آدمی کو اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے سر کے بال سنوارتے دیکھا تو کنگھی بھی پھینک دی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سی محنت مشقت ہو جن کو اللہ کی طرف سے تمام خزانوں کی کنجیاں حاصل تھیں لیکن انھوں نے اپنی محنت کی روزی پسند کی۔ کیا آج کل کا کوئی پیر بھی ان اصولوں پر پورا اترتا نظر آتا ہے۔ اور جب پیر صاحب ہی ان باتوں کے پابند نہیں تو وہ اپنے مریدوں کو کونسا سبق دیں گے۔

ان اصولوں سے معلوم ہوا کہ تصوف اور طریقت سب شریعت و سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں۔ یوں تو علمائے سُو کی کشمکش ہر زمانے میں رہی ہے اور ہر طبقے نے اپنے اپنے حلقے کو ایک طرزِ زندگی کی طرف اُبھارا۔ مذہب کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ انسان کی زندگی کو خالص اور با مقصد بنایا جائے۔ جب تک انسان روحانی اور اخلاقی طور پر بالغ نظر نہیں ہو جاتا ایک اچھا طرزِ زندگی ناممکن ہے اور اسکے لیے ہمیں اسلام کی صحیح تعلیم جو قرآن اور حدیث کے توسّط سے ہم تک پہنچی اس کو جاننا نہایت ضروری ہے اور یہ فرض ہمارے علمائے دین اور ہمارے مذہبی بھائیوں کا ہے کہ وہ ہم کو محض قصّے کہانیوں کے ذریعے نہیں بلکہ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اور اپنے عمل کے ذریعے اسلام کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ لیکن آج کل ہمارے دینی بھائیوں کی تعداد دن بہ دن کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس وقت جو ہمارے علمائے دین میں انکے قول و فعل میں تضاد یا خلا کی وجہ سے ہمارے نوجوان اور دین کے متوالے مذہب سے دل برداشتہ ہوتے جا رہے ہیں کیوں کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کی بات پر توجہ دیں، سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا۔

شکم پرست علماء

ہمارے علماء سو اپنے دنیاوی فائدے کیلئے ہمیں ایسا راستہ دکھاتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہے۔ کوئی مولا مشکل کشا علیؓ کو مدد کیلئے پکارنے کی ترغیب دیتا ہے تو کوئی اپنی مرادیں حاصل کرنے کے لیے رجب کے کونڈے حضرت زین العابدینؒ کے نام پر کرنیکی ہدایت دیتا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ محرم میں شہیدوں کے نام سے روٹ اور شربت بناؤ تو کوئی کہتا ہے کہ پیر دستگیر، غوث الثقلین اور غوث الاعظمؒ کے نام کی نیاز اور بکرے کی قربانی ہی دلوں کے تمام غم دور کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ طرح طرح کی بدعتیں، چہلم، دسواں، ہلدی، مہندی یعنی ہر وہ رسم جو غیر مذہب میں ہوتی ہے ان کو کسی دوسری شکل میں دین میں رواج کے طور پر داخل کر دیا گیا ہے اور ایسے ہی علماء اور مشائخ حضرات کے لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"کیوں منع نہیں کرتے انکے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے، یہ بہت ہی برے عمل ہیں جو وہ کر رہے ہیں" (سورۃ المائدہ ۶۳)

پھر انہی علماء اور درویشوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مزید اس بات کو کھول کر بیان کر دیا ہے

"اے ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش کھاتے ہیں مال لوگوں کا ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے"۔ (سورۃ توبہ ۳۴)

ان آیات سے ہمارے آجکل کے علماء کا پورا پورا عمل ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ لوگ صرف اور صرف اپنے فائدے اور مذہبی ٹھیکیداری کی خاطر لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی

Scanned with OKEN Scanner

نہیں کرتے کیونکہ ان کو ڈر ہے کہ اگر لوگوں نے قرآن وسنت کی طرف رجوع کر لیا تو ان کا بھانڈا پھوٹ جائے گا اور پھر ان لوگوں کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ انھوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ کوئی طریقت کو شریعت سے بہتر کہتا ہے حالانکہ طریقت اور شریعت دو الگ الگ چیزیں ہیں اور کوئی چیز شریعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی چنانچہ اس سلسلے میں ایک بزرگ کا خط ملاحظہ ہو۔

شریعت اور طریقت کے بارے میں خواجہ معصومؒ کا مکتوب:

مکتوب نمبر ۳۷، بنام مولانا حسن علی

بھلا طریقت کا شریعت سے کیا تقابل؟ اور ان دونوں میں مساوات کہاں سے آئی؟ شریعت تو ایسی قطعی وحی سے ثابت ہوئی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے احکام میں نسخ وتبدیل نہیں، تا قیامت یہ احکام باقی رہیں گے۔ شریعت پر چلنا اور عمل کرنا ہر خواص وعوام کے لیے ضروری اور لابدی ہے۔ طریقت کی یہ مجال نہیں کہ وہ شریعت کے احکام کو اٹھا دے اور طریقت کو تکالیفِ شرعیہ سے آزاد کر دے۔ اہلِ سنت وجماعت کے عقائد قطعیہ میں سے یہ بھی عقیدہ ہے کہ بندہ بحالتِ ہوش وحواس ہرگز ایسے درجہ پر نہیں پہنچتا کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ جرگہ اسلام سے باہر ہے۔ جس جماعت کو اللہ اپنا دشمن قرار دے اور غلظت وشدت کا حکم دے۔ اس سے آشتی اور دوستی رکھنا قاعدۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ بات اور دعوائے محبتِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے بیزاری لوازم محبت

سے ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض سالکین پر کچھ ایسے امور جو بظاہر مخالف کتاب وسنّت ہوتے ہیں، وارد ہو جاتے ہیں۔ سالک ایسے وقت میں سررشتۂ شریعت کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہلِ سُنّت و جماعت کی تقلید کرتے ہوئے ان کا اعتقاد و عمل اختیار کرے۔ بعض اوقات راہِ سلوک کے خس و خاشاک اِنّی انا اللہ کا نعرہ لگا کر سالک کو مطالب اعلیٰ سے ہٹا کر اپنی پرستش کی دعوت دینا چاہتے ہیں ایسے وقت میں سالک مستقیم کو ضرورت ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح "میں زائل ہونے والی چیزوں کو پسند نہیں کرتا" کہہ کر "میں نے اپنا چہرہ اللہ کی طرف متوجہ کرلیا" کے بموجب ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری مطابعت کرے۔

کرامات کے بارے میں حضرت شیخ ابوسعید کا قول

ان اہلِ طریقت حضرات میں اکثر اپنی عجیب و غریب عادات اور کرامات کا سہارا لے کر یا آج کل کے درگاہوں کے مجاور اور پیر قسم کے حضرات پرانے بزرگوں کے جھوٹے سچے قصّے سُنا کر مسلمانوں کو ایک الگ ہی راستے پر ڈال دیتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ رہا اور ایسے قصوں اور افسانوں کو بزرگانِ دین نے کبھی وقعت نہ دی بلکہ ان کی وہ نفی ہی کرتے رہے۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ اپنے وقت کے بڑے ہی پائے کے صوفی گزرے ہیں۔ ان سے کچھ لوگوں نے آکر کہا کہ "فلاں شخص تو پانی پر چلتا ہے" تو انھوں نے جواب دیا کہ "گھاس کا تنکا بھی پانی پر چلتا ہے یہ تو کوئی کمال نہیں"۔ پھر کسی نے کہا کہ "فلاں آدمی ہوا میں اڑتا ہے" پھر جواب دیا کہ "کیا چیل کوّے اور مکھیاں ہوا میں نہیں اڑتیں۔ پھر کسی نے کہا کہ "فلاں آدمی تو ایک لحظہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے"۔

آپ نے فرمایا" اس میں کیا رکھا ہے 'شیطان تو ایک دم میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے"
پھر فرمایا لوگو! ان باتوں کی کوئی قیمت اور وقعت نہیں' مرد حق تو دراصل وہ ہے جو مخلوق
کے درمیان نشست و برخاست رکھے' بیوی بچے بھی رکھے اور پھر بھی ایک لحظہ خدائے عزّ و جل
سے غافل نہ رہے اور شریعت محمدی کا سختی سے پابند ہو۔

کیا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی عجیب و غریب عادات نہیں دے سکتا
تھا؟ یا دیا ہوگا؟ تو کیا وہ پانی پر چلتے تھے؟ یا ہوا میں اڑتے تھے؟ کیا وہ آنِ واحد میں
ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتے تھے؟ لیکن انھوں نے تو اسلام کیلئے بڑی صعوبتیں جھیلیں
ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تین دن چھپے رہے' پھر مکہ سے مدینہ تک کبھی پیدل اور کبھی اونٹ پر سفر
کیا کبھی صحراؤں کی ریت اور گرمی میں گھوم کر اسلام کی دعوت دی' پھر وہ بزرگ خلافِ عادات
ختم المرسلین کس طرح عمل کر کے اپنے آپ کو وارثِ رسول کہہ سکتے ہیں۔

پیری مریدی کے سوداگروں کو چاہیئے کہ وہ پہلے اپنے آپ کا موازنہ کریں کہ کیا وہ دین
اور شریعت کے ان تمام اصولوں کے پابند ہیں کیونکہ کسی کو مرید کر کے اسے کھلی چھوٹ دے
دینا کہ اب وہ سند یافتہ مرید ہے جو چاہے کرتا پھرے' اب اس کے تمام اعمال کے ذمے دار
پیر صاحب ہی ہوں گے' کیونکہ اس نے اگر اچھے عمل کیے تو اس کا کچھ حصہ پیر صاحب کو بھی ملے گا۔
ورنہ تمام برے اعمال میں پیر صاحب بھی برابر کے شریک ہونگے۔ پیر کامل تو وہی ہے جو دین اور شریعت کا
خود بھی پابند ہو اپنے مریدوں کو بھی سختی سے پابندی کا سبق دے اور ہمیشہ ان کی نگرانی کرے۔

حضرت خواجہ احرار اگرچہ مشرف توحید وجودی کی طرف مائل تھے لیکن ترویجِ شریعت
میں قدم راسخ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں پیری مریدی شروع کر دوں
تو کسی کو بھی میرے زمانے میں پیری مریدی کی جرأت و ہمت نہ ہو سکے گی مگر مجھ کو تو...

ترویج واشاعت دین کیلئے مقرر کیا گیا ہے، نہ پیری مریدی کے لیے۔

اسی طرح اگر ہم ہندوستان کے ان تمام بزرگوں کی سوانح حیات دیکھیں تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ ہر بزرگ نے اپنے اپنے حلقے میں دین کی اشاعت اور شریعت کے نفاذ کی سر توڑ کوشش کی اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا لوگوں نے انکی تعلیمات کو یکسر بدل دیا اور اب برائے نام پیر باقی رہ گئے اور ان پیروں نے ایک دھندہ مریدی کا قائم کرلیا۔

ایک قلندر کا عبرت انگیز واقعہ

پیروں کے بعد مجذوب اور قلندر لوگوں کا طبقہ بھی مسلمانوں کے اندر ایک الگ ہی رنگ میں موجود ہے جو کھُلم کھلا ہر قسم کے کام خدا کی محبت کے دعوے میں کرتے ہیں۔ ان کو شریعت تو درکنار ان کو ارکان اسلام کا بھی کچھ پاس نہیں ہوتا اور وہ اپنے آپ اللہ کے پیاروں میں شامل کرتے ہیں اور لوگ ان کی بھی بڑی عقیدت سے خدمت اور دلجوئی میں لگے ہوتے ہیں۔ اسی سلسلے میں صوفیوں کی ایک کتاب فوائد الفوائد میں سے ایک قصّہ نقل کرتا ہوں۔ لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک مجذوب صوفی بھی ساتھ ہو لیا۔ دوران سفر ایک منزل پر رُکے، مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ مجذوب تو منزل پر اترتے ہی چادر تان کر سو گیا۔ مولوی صاحب نے نماز کی تیاری کی۔ قریب کے تالاب پر وضو کرنے پہنچے تو دیکھا کہ کچھ عورتیں مٹکے لیے کھڑی ہیں لیکن پانی بھرنے آگے نہیں بڑھتیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا "آپ پانی کیوں نہیں بھرتے کس کا انتظار ہے" انھوں نے جواب دیا کہ تالاب کا چوکیدار بہت ظالم ہے پانی میں پیر ڈالنے نہیں دیتا اور گھہرے پانی میں جائے بغیر ہم مٹکے نہیں بھر سکتے۔ اس لیے اندھیرا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا بکتا ہے۔ لاؤ گھڑے مجھے دے دو،

یں بھر دیتا ہوں۔ دیکھوں کون روکتا ہے، یہ کہہ عورتوں کے سب مٹکے بھر دیئے۔ واپس آکر سوچا کہ اذان دے کر نماز پڑھوں تاکہ کوئی اور نمازی قریب ہو تو وہ بھی آکر شریک ہو جائے۔ جیسے ہی اذان کی آواز بلند ہوئی، مجذوب نے چادر منہ سے سرکائی اور بولا میاں کیوں شور مچاتے ہو، کام تو بس وہ تھا جو تم نے ان عورتوں کے مٹکے بھر کر کیا تھا۔

احکام شرعیہ کی پابندی کی اہمیت

سبحان اللہ دیکھا آپ نے اللہ کے پیاروں کی باتیں، وہ اذان اور نماز کو فضول باتیں کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت محمد معصوم سرہندیؒ کے پاس آکر ایک شخص نے کہا "کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز عام قسم کے لوگوں کے لیے ہے اور ذکر قلبی وغیرہ خاص لوگوں کے لیے ہے"۔ (یعنی اوپر والے صوفی قسم کے بزرگوں کے لیے)۔ اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ تمام انسان حیوان اور جمیع اشیاء ایسی ہی عبادت میں مشغول ہیں جو عبادت ظاہری کے علاوہ ہے اگرچہ وہ خود واقف نہ ہوں کہ ہم عبادت کر رہے ہیں اور شریعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص العقل لوگوں کے لیے مقرر فرمایا ہے تاکہ کوئی فساد یا خرابی برپا نہ ہونے پائے۔ اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ جواب میں موصوف نے فرمایا کہ جو شخص نماز اور شعائر احکام شرعیہ کو ایسا کہتا ہے وہ انتہائی جہالت اور نقصان عقل میں مبتلا ہے نماز تو وہ ہے جس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون دین فرمایا ہے کہ جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو چھوڑا اس نے دین کو ڈھایا۔ نماز کو معراج مومن فرمایا اور آپ نے اپنی راحت نماز میں محسوس فرمائی۔ اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں پائی۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"اے بلال مجھے راحت دو اذان دے کر اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ ہے۔ مولا سے جو قرب ادائے نماز کے وقت ہوتا ہے وہ نماز سے باہر نہیں۔ احادیث میں ہے کہ

۱۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب نماز کے وقت ہوتا ہے۔

۲۔ بندے کے اور اللہ کے درمیان جو حجاب ہے وہ نماز میں اٹھ جاتا ہے۔

۳۔ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ بس چاہیے کہ سجدہ کرے۔ اور رغبت سے کرے۔

الغرض جو کمال ہے وہ احکام شرعیہ کی ادائیگی سے وابستہ ہے۔ شریعت سے علاحدہ ہو کر کوئی کمال کمال نہیں ضلالت ہے اور کہا اس قسم کے گمراہ کن لوگ جو ایسے اعتقادات رکھتے ہیں۔ جن کا تم نے ذکر کیا ہے یہ دین کے چور ہیں جو ایسے عقائد کے باوجود اپنے آپ کو مسند مشیخت پر فائز کیے ہوتے ہیں انکی صحبت سے دور رہنا چاہیئے۔ یہ لوگ دین سے بالکل بیگانہ ہیں اور اسلام سے باہر ہیں۔ دریائے ضلالت میں غرق ہیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے سے ہٹاتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ سب کے سب ادائیگی احکام شرعیہ کی دعوت دیتے ہیں اور یہی صراط مستقیم ہے اس کے علاوہ تمام راستے شیطانیت کی طرف جاتے ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا" لوگو! واضح ہو کہ بہترین کلام کلام اللہ ہے بہترین راستہ وطریقہ سیرت محمدیہ ہے اور بدترین چیز بدعت ہے اور ہر بدعت سبب گمراہی ہے۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا:

" تمہارے اوپر میری سنّت اور میرے خلفاء واصحاب کی سنّت کا اتباع لازم ہے۔ ان سنّتوں پر مضبوطی سے عمل کرو۔ نوایجاد بدعتوں سے پرہیز کرو اس لیے کہ ہر نئی ایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت سبب گمراہی ہے۔"

ان تمام قرآنی آیات، احادیث اور واقعات کو دیکھنے کے بعد ایک سمجھ دار آدمی اور ہمارا نوجوان طبقہ یہ سوال ضرور کریگا کہ دین اسلام کی موجودہ حالت کی وجہ کیا ہے تو اس کے لیے ہمیں تھوڑی اپنی تاریخ سے بھی آگاہی حاصل کرنا ہوگی تاکہ اصل حالات اور دینی ٹھیکیداری کرنے والے حضرات سے پردہ اٹھ سکے۔

ابتدا دورِ اسلام میں جب ہر چہار طرف اسلام کی فتوحات ہونے لگیں اور مجاہدین اسلام اپنے دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے تمام ممالک پر چھانے لگے تو دیگر اقوام کو اور زیادہ تر یہودیوں کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ مسلمانوں میں دینی قوت اور یک جہتی کا یہی حال رہا تو ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ ہم اور تمام اقوام دنیا کی تاریخ سے یکلخت ختم ہو جائیں گے۔

اسلام کی تخریب میں یہودیوں کا حصہ:

اس کے لیے یہودیوں کی طرف سے ملکِ یمن کے ایک یہودی راہب نے یہ بیڑہ اٹھایا کہ مسلمانوں کے دین کو کمزور کرنیکے لیے وہ اپنے طریقے استعمال کریگا اور انکی یکجہتی کو ختم کر کے ان میں تفرقہ پیدا کر دے گا۔ اس یہودی کا نام عبداللہ بن سبا تھا۔ وہ حضرت عثمان رضؓ خلیفہ سوم کے زمانے میں مدینہ آکر مسلمان ہوا اور اپنے آپ کو اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار اور محبت کرنے والا مشہور کیا۔ وہ حضرت علی رضؓ سے بڑی عقیدت ظاہر کرتا اور لوگوں کو خلفاء رسول کے خلاف اکساتا اور ان حضرات کے خلاف بہتان تراشتا تھا اور حضرت علی رضؓ کو خلافت کا اصلی حقدار ٹھیراتا تھا۔ "ملتِ عربی" کا مصنف لکھتا ہے " وہ عجیب پر پیچ آدمی تھا اس کی حد سے زیادہ عقیدت مندی سے خود حضرت علی رضؓ گھبرا جاتے تھے۔ اس نے لوگوں میں یہ مشہور کرنا شروع کیا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ واپس آئیں گے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئینگے۔
اور حضرت علیؓ وصی رسول ہوں گے۔

یہیں سے اسلام میں تفرقہ کی بنیاد پڑی اور شیعان علیؓ کا وجود عمل میں آیا اور اسی کے بعد مسلمانوں کی آپس میں جنگیں ہوئیں اور یہودی اسلام میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے (تاریخ ابن خلدون)

حضرت علیؓ کے بعد دور بنی امیہ نے زیادہ تر فتوحات اسلامی کی طرف توجہ دی اور دین کے اس رخنے کا سدِّ باب کیا۔ اس دوران سبائی اثرات نے کافی جڑ پکڑ لی۔ چنانچہ دور امیہ کے بعد جو بھی خلافتیں آئیں وہ شیعہ عقائد کی مالک تھیں ان میں دورِ عباسیہ کافی مشہور ہے اس دور میں تالیف و تصنیف کا کام شروع ہوا اور ساری عربی تاریخیں عباسی دور میں سبائی اثرات کے تحت تالیف ہوئیں اسی لیے ابتدائی اسلامی حالات مسخ شدہ صورت میں پیش کیے گئے (تاریخ ملت عربی) تاریخ شیعہ چونکہ ایک طویل اور الگ بحث ہے اس لیے ہم اس کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

شیعی اثرات دور کرنے میں علمائے کرام کی سعئ بلیغ

اوپر بیان کی گئی تاریخ سے معلوم ہوا کہ تمام اسلامی کتب کو مسخ کر کے اس میں شیعی اثرات کی زیادہ بھر مار کی گئی تھی اور ان کتب کی دور دراز ممالک اسلامیہ میں تشہیر ہو رہی تھی اس لیے نو مسلم حضرات اور اسلام کے متوالوں کو صحیح طور پر اسلام کی روشنی نہیں مل رہی تھی بلکہ انکے عقائد بھی کچھ مختلف ہو کر رہ گئے تھے۔ ایسے دور میں لوگ اسلام کے اصل مفہوم کو تو نہیں بدل سکے لیکن احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جس کے دل میں

جو آیا کسی کا بھی حوالہ دے کر لکھ ڈالا۔ چنانچہ ایک دور ایسا آیا کہ احادیث کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ ایسے وقت میں ایک بار پھر اہلِ شریعت و مشائخ عظام نے ان رخنہ اندازیوں کے خلاف مہم کا آغاز کیا۔ حضرت امام مالکؒ نے رات دن کی محنت شاقہ سے صحیح احادیث کو یکجا کیا اور بعد میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم احادیث و فقہ کو عام مسلمانوں میں فروغ بخشا لیکن زمانۂ قدیم میں تصانیف کتب چونکہ قلمی ہوا کرتی تھیں اس لیے انکی تعداد محدود ہونیکی وجہ سے عام آدمی کی دسترس باہر ہوتی تھیں اور علم صرف ایک مخصوص طبقہ تک محدود تھا۔ اس لیے علماء جو کچھ بھی کہہ دیں وہ حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ اکثر تصانیف دورِ عباسی میں شیعہ عقائد کے زیرِ اثر عراق یا ایران میں عمل میں آئیں اور وہ زیادہ تر فارسی یا عربی زبان میں اور نہایت ہی ثقیل قسم کی ہوتی تھیں جس کی وجہ سے عام آدمی کے بس کی نہیں تھیں۔ جس کی وجہ سے بعض علماءِ سو اور دوسرے لوگ مسلمانوں میں غلط عقائد کو مخلوط کر کے کر کے اپنی مطلب برآری کا ذریعہ ایجاد کرتے تھے جن کے سدباب کے لیے علماء و صوفیاءِ شریعت کو بڑی مشکلات پیش آتی رہیں۔

اسلام اور صلیبی جنگیں:

پھر گیارہویں صدی عیسوی میں صلیب ہلال کی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک طرف عیسائی اور یہودی نے اپنی مشترکہ کمان بنا کر غازی صلاح الدین ایوبی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا تو دوسری طرف قوم کے غداروں نے اپنے ہی بھائی کے خلاف دشمنوں سے ساز باز کر لی۔ اس سلسلے میں چند کتب کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ مصری وقائع نگار محمد فرید ابوحدی اپنی تصنیف سلطان صلاح الدین میں لکھتا ہے:

Scanned with OKEN Scanner

صلیبوں کے بادشاہ فلپ اگسٹس جو اسلام اور مسلمانوں کا کٹر دشمن تھا اپنی مجلس مشاورت جس میں تمام صلیبی ملکوں کے بادشاہ اور کمانڈر موجود تھے انکے سامنے یہ اعلان کیا کہ میں آپ سب کو اپنی قوم کا ایک مقصد دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ ہماری عداوت صرف صلاح الدین ایوبی یا نورالدین زنگی سے نہیں ہے بلکہ ہماری جنگ اسلام اور تمام مسلمانوں کیخلاف ہے ہم زندہ ہوں یا نہ ہوں ہماری قوم کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ کسی زمانے میں ان میں کوئی دوسرا ایوبی یا نورالدین پیدا نہ ہو اس میں ہم تمام کی بھلائی ہے۔ دوستو! مسلمان قوم کے عقیدوں کو غلط اور بے بنیاد ہتھیار سے مارو۔ مسلمان کے مذہبی جنون کو جو وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کے نام پر اپنی جان اور مال کی قربانی دیتے ہیں اس جذبے کو ختم کر دو۔ اپنے حاکموں اور صوبے داروں کو دنیا میں جہاں کہیں ہوں ان کو احکامات جاری کر دو کہ زور دار حملہ انکے مذہبی عقائد پر کرو۔ اور انکے دلوں میں وہم اور وسوسے ڈال دو۔"

ہمارے دوست یہودیوں نے اپنے ایجنٹوں کو مولویوں اور فقیروں کے روپ میں مسلمانوں میں داخل کر دیا اور انھوں نے مسلمانوں میں نظریاتی تخریب کاری کے عمل سے اسلام کو فرقوں میں تبدیل کر کے کافی کمزور کر دیا ہے جس کی وجہ سے ان میں ایک خاص خامی پیدا ہو گئی ہے جس کو وہ اپنی خوبی سمجھنے لگے ہیں وہ یہ کہ مسلمان درویشوں فقیروں اور چلّے کرنیوالے عالموں اور مولویوں کے اور کٹیا میں بیٹھ کر حق ہو کرنے والے مجذوب قسم کے لوگوں کے فوراً مرید بن جاتے ہیں اور یہ گروہ ان کو یقین دلاتا ہے کہ خدا ان کی مٹھی میں ہے کیونکہ وہ خدا کے خاص بندے ہیں حالانکہ وہ صرف اپنا نام پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو مسلمانوں سے یا اپنی حکومتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی وقت آنے پر وہ میدانِ جنگ میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتے وہ مذہب کی آڑ لے کر مسلمانوں کو ایک مرکز سے دور لے جا کر صرف اپنے گرد جمع کرنا چاہتے ہیں تا کہ لوگ

سمجھیں کہ ان برگزیدہ انسانوں کے سینوں میں وہ راز چھپا ہے جو خدا نے ہر بندے کو نہیں بتایا چنانچہ سیدھے سادھے مسلمان انکے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ آپ لوگ ایسے عالموں اور درویشوں کو استعمال کریں بلکہ اس کام کے لیے یہودیوں اور عیسائیوں کو تربیت دے کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل کر دیں۔

فلپ آگسٹس نے کہا میں توقع نہیں رکھتا کہ سارے نتائج ہماری زندگیوں میں ہی سامنے آجائیں گے لیکن مجھے پوری امید ہے کہ ہم نے کردار کشی کا یہ عمل جاری رکھا تو وہ وقت آئے گا کہ مسلمان برائے نام مسلمان باقی رہ جائیں گے۔ انکے مذہبی فرائض محض رسمی ہوں گے اور ان پر ہمارا رنگ چڑھ جائے گا۔ غور کریں میرے مسلمان بھائی۔ کیا ہمارے دشمنوں کی چالیں آج کامیاب ہوتی نظر آرہی ہیں یا نہیں۔ ہم کیا تھے اور ہمارا دین وایمان کیا تھا؟ کیا ہم اس پر پورے پورے عمل پیرا ہیں ؟ یا اس تاریخی دشمن کے ہتھے چڑھ گئے ہیں؟

اکبر اور دین الٰہی کا فتنہ :

یوں تو ہندوستان میں اسلامی دور محمد بن قاسم کے زمانے میں شروع ہوا لیکن صوفیاء علماء اور مشائخ کا سلسلہ دورِ عباسی میں ہی شروع ہو گیا تھا اور ان میں ہر دو قسم کے لوگ تھے ایک تو وہ تھے جو اسلام کو اللہ کی کتاب اور شریعت کے مطابق نافذ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے وہ تھے جو شعبدہ بازی اور نام ونمود کی خاطر لوگوں کو اپنے گرد جمع کرتے رہے۔

اسلام کا ہندوستان میں بدترین دور شہنشاہ اکبر کے زمانے میں آیا جب کہ اس نے ایک نیا دین "دینِ الٰہی" ایجاد کیا۔ دینِ الٰہی کے متعلق اکثر تواریخ بھری پڑی ہیں۔ ایک مصنف لکھتا ہے :

۱۵۹۱-۹۲ء میں جب کہ اسلام کو ایک ہزار سال مکمل ہونیوالے تھے اور مسلم دنیا میں بہتوں کو

امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انتظار تھا۔ مغل بادشاہ اکبر کو ایک ایسا مذہب بنانے کی تمنا ہوئی جو اسکی رعایا کو اتحاد کے رشتے میں منسلک کردے۔ اس کے ایک درباری شیخ مبارک جس کا تعلق بھائی فرقے سے تھا اس نے اکبر کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی رعایا کے حاکم دنیاوی ہونے کے ساتھ قائد دینی بھی بن جائے۔ شیخ مبارک دونوں لائق بیٹے ابوالفضل اور فیضی بھی شہنشاہ کو اپنی اجتہاد پسندی کے حامی ملے۔ حاجی ابراہیم سہمکی نے کرم خوردہ کتاب سے شیخ ابن عربی کے حوالے سے منقول ایک عبارت بہم پہنچائی اور اکبر کے مہدی ہونے پر صاد کر دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ امام مہدی کی بہت سی بیویاں ہونگی اور داڑھی منڈھی ہوگی۔ برہمنوں نے سوچا کہ ہم کیوں پیچھے رہیں، کسی پراچین پتر کے اشلوکوں کو حل کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ الٰہ آباد جس مکند برہمچاری نے اپنا سارا بدن کاٹ کر ہون میں ڈالا تھا اب اسی نے شہنشاہ بلند اقبال کے روپ میں ظہور کیا ہے۔ آخر ۱۵۸۲ء میں دین الٰہی کے نام سے ایک نئے مذہب کا اعلان کیا اور فتح پور سیکری میں ایک عبادت خانہ تعمیر ہوا جہاں مختلف مذاہب اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے عالموں کو مباحثوں کیلئے مدعو کیا گیا کہ شاید اس طرح کوئی بہتر صورت نکلے۔ دینِ الٰہی میں جہاں بیک وقت شیعہ سنی اور دوسرے فرقوں کے عالم اور صوفی جیسے مسلم عناصر نمایاں نظر آتے ہیں وہاں پر ہندو جینی پارسی، بدھ یہودی عیسائی اور دوسرے مذاہب بھی دخیل نظر آتے ہیں۔

دربار اکبری میں شیعہ عناصر کو ابھرنے کا اس وقت موقع ملا جب متعہ کے حلال ہونے کو اکبری دور کے علماء اہل سنت نے بھی تسلیم کر لیا۔ آگے چل کر لکھتا ہے کہ اکبر کے دین الٰہی کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اس دین میں آفتاب پرستی عبادت کا جزو تھا۔ آفتاب کے ایک ہزار ناموں کا جاپ کیا جاتا تھا۔ آتش کو مظہر آفتاب سمجھ کر عبادت کی جاتی تھی۔ کلمہ لا الہ اللہ اکبر خلیفۃ اللہ تھا۔ سلام اللہ اکبر اور جواب جل جلالہ مقرر ہوا۔ ابوالفضل نے یہ تجویز منظور

کروائی کہ بادشاہ کے پیرو چیلے کہلائیں گے چنانچہ دہلی کا کوچۂ چیلاں اسی دور کی یادگار ہے۔

صبح سویرے بادشاہ کے درشن کیے جاتے۔ قاضی نظام الدین بدخشی نے سجدۂ زمین بوسی کی رسم ڈالی۔ ملا عالم کابلی کفِ افسوس ملتا تھا کہ ہائے! یہ نکتہ پہلے مجھے کیوں نہ سوجھا؟ شراب سود اور سور کی حلت کے حیلے تراشے گئے اور انکی مذمت موقوف ہوگئی۔ اکبر ہندوؤں کی دلنوازی کے لیے تِلک لگاتا تھا اور ہر مذہب میں اس نے شادیاں کیں لیکن راجپوت خاندان کی رانی جودھا بائی اس کی چہیتی بیوی تھی جس کے بطن سے جہانگیر پیدا ہوا۔ اپنی ماں حمیدہ بیگم کی وفات پر سوگ میں اکبر نے ہندو رسم کے مطابق اپنا سر منڈوایا تھا۔

دورِ جہانگیری کے مشہور و معروف صوفی بزرگ شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جو مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنے مکتوب نمبر ۴۷ میں شہنشاہ جہانگیر کے ایک درباری شیخ فرید بخاری کو لکھتے ہیں۔ "آپ تو واقف ہیں کہ دورِ ماضی عہدِ اکبری میں اہلِ اسلام پر کیا گزری۔ اس دور میں مخالفینِ اسلام نے کھلم کھلا احکام کفر جاری کروائے تھے اور مسلمانوں کو ان کے انکار کے اظہار کی ہمت نہیں تھی ــــ اگر انکار کی جرأت کرتے تو قتل کروا دیے جاتے تھے۔ حضرت محمد صلعم جو کہ محبوب رب العالمین ہیں اُن کی تصدیق کرنے والے ذلیل و خوار تھے اور انکے منکر عزت اور اعتبار پر فائز تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں" یہ سب مصیبت جو اہلِ اسلام پر آئی وہ علماءِ سو کی نحوست کا کرشمہ تھا۔ بادشاہ کو یہی علماء راہ راست سے ہٹا دیتے تھے۔ بہتّر فرقے جنھوں نے راہِ ضلالت اختیار کی انکے سربراہ اور انکے سرغنہ یہی علماءِ سو تھے' میں علماءِ سو کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔"

یہ تھے اُس اسلامی دور کے حالات جبکہ ہندوستان میں شمال سے لے کر جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کی حکومت کا زمانہ کہلاتا تھا۔

Scanned with OKEN Scanner

آگے چل کر مورخ دوسرے مغل شہزادوں اور بادشاہوں کے متعلق لکھتا ہے "داراشکوہ اس تحریک پر عامل تھے جس کی بنیاد شہنشاہ اکبر نے رکھی تھی۔ مذہب کے سلسلے میں داراشکوہ ایک آزاد اور وسیع النظر انسان تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ مذہب نام ہے تزکیۂ نفس اور علوئے نفس کا وہ اسے اتفاق سمجھتے تھے کہ کوئی کسی مذہب میں پیدا ہو جائے ان کا خیال تھا کہ کسی کو مخصوص مسلک کا پابند بنانا نامناسب ہے وہ تمام مذاہب کو یکساں سمجھتے تھے۔ برخلاف انکے اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ؛ ایک کٹر قسم کے مسلمان تھے انھوں نے قطعی طور پر اسلام کو اپنے ہی الفاظ میں سمجھا تھا۔ ان کا منشا تھا کہ ہر شخص کا فطری فرض ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے دراصل اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کا دل تصوف کی چاشنی اور عشق کے سوز سے ناآشنا تھا جب کہ صوفی سرمد کی صحبت نے داراشکوہ کے سیکولر نظریات کو جلا بخشی تھی۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ جیسا مقلد الفاظ اور خشک فطرت انسان داراشکوہ کے ذہن کی بلندی تک پہنچ ہی نہ سکا تھا۔ پھر اورنگ زیب کینہ پرور تھا نتیجہ میں داراشکوہ جیسے انسان کو اس مذہبی جنون کے حامل شخص کے ہاتھوں شہید ہونا پڑا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے حیات سرمد میں بڑی ہی معنی خیز بات کہی ہے کہ اگر ... اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے دہلی کے تخت پر داراشکوہ جلوہ افروز ہوتا تو آج ہندوستان کا نقشہ سیاسی طور پر کچھ اور ہی ہوتا۔

مولانا کے یہ الفاظ واقعی سوچنے کے قابل ہیں۔ مغلیہ دور جو مسلمانوں کی حکومت کا دور تھا اسی دور میں مسلمان جس کسمپرسی کی حالت میں تھے اگر ان میں اورنگ زیب جیسا بادشاہ نہ ابھرتا تو آج ہم لوگ ہندوستان کی دوسری کمتر اقلیتوں سے بھی بدتر ہو جاتے۔

Scanned with OKEN Scanner

اکبری الحاد کے دُور رس اثرات :

ہمارے ہندوستان پاکستان اور بنگلہ دیش میں اس وقت جتنی بھی بدعتیں اور نضولیات اسلام کے نام سے کی جاتی ہیں ان میں اکثر دورِ اکبری کی پیداوار ہیں اور اس کے بعد مغل بادشاہوں نے ان کو ختم کرنے کی بجائے ان کی سرپرستی کو ہی اپنی سلامتی و استحکام جانا سوائے شہنشاہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے لیکن اس وقت تک مسلمانوں میں شرک اور بدعت کی وبا اس قدر مضبوط ہو گئی تھی کہ اورنگ زیب رحؒ بھی اس کو یکلخت ختم نہ کر سکے بلکہ ان کے دور میں جو لوگ ڈر کر چھپ گئے تھے انھوں نے اپنے کارنامے اندر اندر ہی پھیلانے شروع کیے اور پھر... اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تو ہر طرف سے شیاطین کا غلبہ ہوا اور اس وقت سے لے کر آج تک کوئی ایسی حکومت مسلمانوں کی نہیں آئی جس نے شرک اور بدعت کے خلاف مہم چلائی ہو۔ بس کچھ صوفی اور علماءِ شریعت نے لوگوں کو دعوتِ حق دی ۔ لیکن جو آدمی بھی خالص اللہ کی کتاب اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیتا، لوگ اس کو وہابی، اہلِ حدیث یا گمراہ کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ایسے بزرگانِ دین کی اور انکی دعوت کی کوئی حکومت سرپرستی نہیں کرتی ۔

شہنشاہِ اکبر نے اپنے دور میں دوسرے قوموں کے تہواروں کی طرح مسلمانوں میں بھی بہت سی بدعتیں اور رسم و رواج کو فروغ دیا جن میں محرّم کے علم اور تعزیہ بازی، ہندو مذہب کے گنپتی وغیرہ کے میلوں سے لیا گیا۔ جگہ جگہ بزرگوں کی عالیشان درگاہیں اور مقبرے بنوا کر انھیں مندروں کا تقدس دیا اور جاترا کی شکل میں وہاں پر عرس میلوں کا انتظام کیا ۔ اور دیوی دیوتاؤں کی طرح اُن درگاہوں پر وہ قربانیاں بھی کرتا تھا ۔ اور نذر نذرانوں کی بنیاد ڈالی ۔ اسی طرح بھجن کے بجائے قوّالی کی بدعت کو فروغ دیا۔ مرنے والے کے سوگ میں چہلم، دسواں اور

شادی بیاہ کے موقعوں ہلدی مہندی اور رت جگے یہ سب دوسری قوموں سے داخل مذہب ہوئے۔ شیعوں کے عقائد کے تحت رجب کے کونڈے، مشکل کشا کی نیاز اور دوسری بدعتیں بھی اسی دور میں اہل سنت میں داخل ہوئیں۔

اکثر اردو کتابیں جو دینی اور مذہبی امور کی تھیں دورِ مغلیہ ہی کی سرپرستی میں لکھی گئیں۔ جن میں قرآن واحادیث کے بجائے فرضی قصے اور کہانیوں کے ذریعے اسلام کی تشہیر کی جاتی تھی اور جن قصوں کی اصل شیعی عقائد پر ہوتی تھیں ایسی کتابیں مدرسوں کے کورس میں بھی شامل ہوتی تھیں اور آج بھی آپ کو اکثر ایسی کتابیں ملیں گی جو کہ ساری کی ساری شیعہ عقائد کے مطابق ہونگی مگر وہ سب اہلِ سنت وجماعت کے لوگ پڑھتے ہیں۔ یہ تمام حالات اور واقعات ہمیں دینی ورثہ میں ملے ہیں۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی سخت قسم کا شرعی مسلمان تھا جس کی وجہ سے اکثر تاریخ داں اسے بدنام کرتے ہیں اس لیے کچھ حال اس مسلمان بادشاہ کا بھی درج کیا جاتا ہے۔

اورنگ زیب اور اتباعِ شریعت

نزہۃ الخواطر جلد ۶ میں مورخ سلطان ہند اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتا ہے "شہنشاہِ ہند کو تفسیر قرآن وحدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کافی عبور تھا۔ عربی، فارسی کے علاوہ ترکی زبان بھی جانتے تھے، درویش مزاج، ماہرِ علم دین، عادل، انتہائی شجاع اور مدبر تھے ان کی حسن سیرت اور تقویٰ شعاری کی ہر منصف مزاج مورخ وسیرت نگار نے تعریف کی ہے۔

اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ حافظ قرآن بھی تھے اور اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھتے تھے۔ چنانچہ ایک قرآن بادشاہ بننے سے قبل لکھا تھا اس کو مکہ معظمہ بھجوا دیا اور دوسرا

قرآن جو بعد جلوس لکھا تھا۔ سات ہزار روپے کی جلد بندھوا کر مدینہ منورہ بھیجا۔ مذہبی معمولات کے بیحد پابند تھے حنفی المذہب سُنّی تھے۔ اسلامی فرائض خمسہ کی پابندی اور انکی اجرا میں بے حد کوشاں رہتے تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے اور کلمۂ طیبہ و دیگر وظائف ہمیشہ زبان پر جاری رہتے، نماز اوّل وقت مسجد میں باجماعت ادا کرتے جمعہ کی نماز بڑی مسجد میں عام آدمیوں کے ساتھ پڑھتے زکوٰۃ شرعی اور رمضان کے روزے مع تراویح پابندی سے ادا کرتے۔ ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کے علاوہ پیر جمعرات اور جمعہ کے روزے بھی پابندی سے رکھتے تھے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں اعتکاف فرماتے تھے۔ حج بیت اللہ کا بہت شوق تھا مگر امورِ سلطنت نے موقع نہ دیا۔ ہر سال اور کبھی دوسرے تیسرے سال حرمین شریفین کے غریب حاجیوں اور خدمتگاروں کے لیے کثیر رقم روانہ فرماتے۔ حاجیوں کا ایک گروہ بادشاہ کی طرف سے طواف بیت اللہ اور حج و درود وسلام میں ہمیشہ مصروف رہتا تھا۔ مزامیر سے سخت پرہیز تھا۔ غیر مشروع لباس کبھی نہیں پہنا۔ سونے چاندی کے برتن میں کبھی نہیں کھایا۔ انکی مجلس میں کبھی غیبت نہیں ہو سکتی تھی۔ اکبر بادشاہ کے وقت سے جھروکے میں جو درشن کی رسم ہوتی تھی وہ بند کردی اور ہر روز دو یا تین مرتبہ عام لوگوں میں تشریف لاتے۔ دادخواہ بغیر روک ٹوک حاضر ہوتے اور اپنی پریشانیاں بیان کرتے۔ بڑی خندہ پیشانی سے عوام کی تمام شکایات سنتے اور بے حد شفقت کے ساتھ تسلّی فرماتے۔ تمام ممالک محروسہ میں شرعی اور اخلاقی احکام جاری کیے۔ غربا اور مساکین کی راحت رسانی کے لیے دارالحکومت اور دیگر علاقوں کے بہت سے شہروں میں خیرات خانے، شفاخانے اور مسافر خانے تعمیر کروائے۔ جس سے ہر مذہب و ملت کا فرد مستفید ہوتا تھا۔ وظائف اور جاگیر میں وہ مسلم اور غیر مسلم کا کبھی فرق نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عالمگیرؒ کے بہت سے فرامین آج تک بنارس اور دیگر شہر کے مندروں میں موجود ہیں۔ جن سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

امام غزالیؒ اور دیگر صوفیاء کی کتابیں زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ دو لاکھ روپے کے صرفے سے فتاویٰ عالمگیری مرتب کیا۔

تاریخ کے اِن اوراق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ہمارے ہندوستان میں جہاں علماء و صوفیاء نے شریعت اسلام کو فروغ دینے میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں وہیں اس عظیم الشان بادشاہ نے اپنے آبا و اجداد کے خلاف ہندوستان کو اسلامی حکومت بنانے کی سر توڑ کوشش کی۔ کچھ تاریخ داں اس منصف مزاج بادشاہ کو صوفی سرمد کا بھی قاتل گردانتے ہیں۔ اس لیے انکے بھی کچھ حالات سوانح سرمد کی کتاب سے پیش کیے جاتے ہیں، لکھا ہے:

صوفی سرمد کاشان ایران میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام سعید تھا۔ پیدائشی طور پر یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ تجارت پیشہ تھے اسی ذریعے سے ہندوستان آئے اور ٹھٹھ سندھ میں آکر قیام کیا وہاں ایک ہندو لڑکے پر عاشق ہو گئے اور اسی کے فراق میں اس قافلہ کے ساتھ دہلی آگئے۔ مگر دہلی پہنچتے پہنچتے سرمد کا عشق مجازی عشق حقیقی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ سرمد کی جب شہرت بڑھی تو مغل شہزادہ داراشکوہ بھی انکے حلقے میں شامل ہو گیا اور جب مغل شاہزادوں کے درمیان تخت حاصل کرنے کا تنازعہ ہوا تو سرمد نے اورنگ زیب کے مقابلے میں داراشکوہ کی غلط طرفداری کی۔ دارا کو قتل کروانے کے بعد اورنگ زیب نے سرمد کو بھی ایک شرعی اختلاف کی بنیاد پر شہید کروادیا۔

صوفی سرمد کی زندگی کے تمام فلسفے کا نچوڑ یہی تھا کہ وہ کعبہ کے سنگِ اسود اور پتھر کے صنم میں کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے۔ مغل شہزادہ داراشکوہ سرمد کو پیر و مرشد کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ اورنگ زیبؒ اور داراشکوہ دونوں مغل بادشاہ شاہجہاں کے بیٹے تھے۔ مگر دونوں کے مذہبی اور سیاسی نظریات میں بلا کا تضاد تھا۔

Scanned with OKEN Scanner

ان تمام تاریخی حقائق اور واقعات سے آپ خود ہی ایماندارانہ طور پر فیصلہ کریں کہ ہندوستان میں اسلام کس دور سے گزر کر ہم تک پہنچا۔ جہاں اہلِ شریعت بزرگانِ دین لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے تھے تو دوسری طرف علماءِ سو اور اکثر صوفیا رِ بادشاہِ وقت کی قیادت و نگرانی لوگوں کو اپنے اقتدار کی خاطر مذہب کو اپنے مفاد میں استعمال کرتے رہے۔

ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ جب سے ہندوستان میں مسلمانوں نے اقتدار حاصل کیا ساتھ ہی ملک کے طول و عرض میں ہر علاقے میں کوئی نہ کوئی صوفی بزرگ بھی موجود رہا اور ان بزرگ کے مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر طبقہ اور ہر قوم سے تعلق رکھنے والے معتقدین ہزاروں کی تعداد میں ہوا کرتے تھے۔ اس لیے بادشاہِ وقت کو اس امر میں اپنی بھلائی نظر آتی کہ اگر وہ گروہ صوفی شریعت ہے تو اس کے کام میں خلل نہ ڈالے اور اگر وہ صوفی اس کے مفاد کے حق میں ہو تو اس کی ہر قسم سے مدد کر کے اس کو اپنے حلقے میں شامل کر لیا جائے اور انھوں نے اپنی حکومت برقرار رکھنے کیلئے اس طبقے کو خوش رکھنا ضروری سمجھا اور انھیں بڑی بڑی جاگیریں دیں اور مرحوم بزرگوں کی قبروں پر عظیم الشان مقبرے بنوائے اور انھیں ایک سحرانگیز ماحول میں تبدیل کر دیا۔ یوں بھی دورِ مغلیہ حسنِ تعمیر میں بڑا مشہور مانا جاتا ہے۔ ان کے تعمیر کردہ مقبرے آج بھی اپنی جاہ و جلال لیے موجود ہیں اور یہ نمونے انھوں نے عراقی اور ایرانی انجینئروں کی خدمات حاصل کر کے بنوائے۔ جن کے ملک میں شیعوں نے اپنے اماموں اور بزرگوں کے مقبروں کا رواج ڈالا تھا۔

مشاہد کا رونق و اہتمام و مساجد کی کسمپرسی

اب ہمارے ہندوستان پاکستان یا بنگلہ دیش میں جدھر چلے جائیں ہر شہر گاؤں اور قصبہ میں کسی نہ کسی بزرگ کا مزار آپ کو ضرور مل جائیگا اور وہاں پر ہندو مسلمان سکھ اور عیسائی

ہر مذہب کے معتقدین کی بھرمار ہوگی بعض شہر اور گاؤں تو ایسے بھی ہونگے جہاں آپ کو ہر طرف بزرگان دین کے مزار ہی ملیں گے اور اگر آپ وہاں گئے ہوں تو آپ نے شاید غور کیا ہو گا کہ ان مقبروں اور مزاروں کے احاطے میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ملے گی مگر وہ مسجد درگاہ کے مقابلے میں اکثر ویران نظر آئے گی۔ اس مسجد میں جا کر خدا کے حضور میں دعا کرنے والا شاذونادر ہی ملے گا۔ اس کے برعکس بزرگ کے مزار پر لوگ گڑگڑا رہے ہونگے اور اس کے مقبرے کے چاروں طرف گھوم رہے ہونگے۔ ایسے جیسے کہ طواف کیا جا رہا ہو کوئی صاحب مزار سے اپنی مرادیں بیان کر رہا ہوگا تو کوئی بکرے ذبح کر رہا ہوگا، دیگیں پک رہی ہونگی۔ یہ تو عام آدمی کا ذکر ہے، کچھ لوگ ہمارے ایسے بھی ہیں کہ وہ اس بات کو تو مانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ دینے دلانے والا نہیں مگر وہ جب بھی کسی بزرگ کی درگاہ پر جاتے تو ان پر ایک احساس بیخودی طاری ہو جاتا ہے وہ بڑے ہی ادب اور تعظیم سے درگاہ میں داخل ہوتے ہیں اور ہاتھ باندھ کر بڑی ہی عجیب و غریب سی خاموشی میں غرق ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان پر درگاہ کے اس پراسرار ماحول کا جو ہر درگاہ میں پیدا کیا جاتا ہے اس کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ جو صرف اللہ جل جلالہٗ کے لیے مسجد میں کھڑے نماز کے وقت ہونا چاہیئے تھا۔ مگر نماز کے وقت کبھی کسی کو ایسی بے خودی طاری نہیں ہوتی بلکہ دورانِ نماز سارے جہاں کے خیالات دماغ پر حاوی رہتے ہیں۔

ہمارے اکثر مسلمان بھائی جو ہندوستان اور پاکستان میں ہیں وہ تو اپنے ہی ماحول کی وجہ سے غلطیوں میں مبتلا ہیں۔ مگر میں ان حاجی صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ انھوں نے اُس دیارِ عرب کا دورہ کیا جس کی آغوش میں اسلام پیدا ہوا اور ہمارے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و مغرب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

حجاز میں قبر پرستی نہیں :

ہم مسلمانوں کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعد کوئی ایسی جگہ نہیں جو ان دونوں سے زیادہ وقعت رکھتی ہو۔ یہی دو مقامات ہماری مرکزیت کے حامل ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے تین جگہوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے سفر کی اجازت دی ہے پہلی بیت اللہ کی، دوسرے مسجد نبوی کی اور تیسرے بیت المقدس کی۔ ان تین مساجد کے علاوہ دنیا کی کسی بھی مسجد کو زیارت کے طور پر جانا ممنوع قرار دیا گیا۔ مطلب یہ کہ مسجد تو جہاں بھی ہے وہ اللہ کا گھر ہے لیکن آپ کا ان تینوں مساجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد ہی کو زیارت کی غرض سے جانا حرام کر دیا گیا۔ چہ جائیکہ کسی بزرگ کی مزار کی زیارت کو جانا۔ ویسے کسی مسجد کو دیکھنے کی خاطر جانا کوئی بری بات نہیں لیکن وہاں پر جاکر دو رکعت نفل ضرور ادا کرنا چاہیئے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دونوں اصحاب اور خلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضؓ و حضرت عمر فاروق رضؓ کے مزار بھی مسجد نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے مکان میں موجود ہیں جہاں پر تمام حاجی صاحبان کا گزر ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جس نے کعبۃ اللہ کی زیارت کی اور بعد میں میری مسجد کی زیارت کے لیے آیا اس کے لیے قیامت کے دن میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کروں گا ——— ہمارے معلم اعلیٰ و محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری مزار کی بجائے میری مسجد فرما کر مسلمانوں میں آنے والی بدعتوں کا راستہ بند کر دیا۔ حاجی صاحبان ان تمام بھائیوں کو بتلائیں کہ اس مقدس سرزمین میں مکہ کا قبرستان جنت المعلیٰ اور مدینہ کا قبرستان جنت البقیع جن میں ہمارے نبی آخر الزماںؐ کے لڑکے لڑکیاں اور امہات المومنین یعنی ہماری مائیں اور جلیل القدر اصحاب و شہداء کی کثیر تعداد مدفون ہے اور یہ لوگ وہ ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں بڑی عزت کیساتھ لیا گیا۔

ان میں تو اکثر وہ ہیں جنھیں ان کی زندگیوں میں ہی جنت کی بشارت دی جا چکی تھی۔ ان لوگوں کا سا درجہ ہمارے ہاں کے یا دنیا کے دیگر علاقوں کے بڑے بڑے پیر ولی یا بزرگ کا بھی نہیں ہو سکتا۔ ان اصحاب نے اپنے پیغمبر کی صحبت پائی وہ لوگ وحی کا نزول دیکھتے تھے۔ اللہ جل جلالہٗ اور رسول اللہ کے احکام پر اپنی جانیں تک قربان کر دیا کرتے تھے مگر آج ان لوگوں کی قبروں کے نشان تک موجود نہیں اور جہاں پر کچھ نشانیاں ہیں بھی تو وہاں پر لوگوں کا ہجوم نہیں رہتا، اور نہ وہاں پر نذر نیاز ہوتی ہے، نہ بکرے کٹتے ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کے نام سے دیگیں پکتی ہیں۔ ہمارے پاس کے بدعتی جن میں اکثر مزاروں کے مجاور بھی ہوتے ہیں وہ وہاں پر جا کر سرسری طور پر فاتحہ وسلام کر کے گزر جاتے ہیں۔ اگر بزرگانِ دین کی قبروں کی موجودہ زیارت اسلام میں جائز ہوتی تو سب سے زیادہ عرب کی سرزمین ہی اسکی مستحق تھی آپ پوچھیں کسی حاجی صاحب سے کہ انھوں نے عرب میں گھومنے کے دوران کہیں کوئی مقبرہ یا درگاہ دیکھی؟ ان تمام باتوں سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم لوگوں کو جان بوجھ کو گمراہ کیا گیا ہے اور یہ ان ہی مفاد پرست بادشاہوں، علماءِ سوء اور مطلب پرست صوفیوں کی کارستانی ہے جنھوں نے ہم مسلمانوں کو شیعوں کے سے عقیدوں میں داخل کر دیا۔

مسلمانوں میں شیعی اثرات:

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ ہماری اکثر دینی کتابیں دورِ عباسی ہی میں تصنیف ہوئیں اور ایران و عراق سے ہندوستان میں داخل ہوئیں۔ جن میں شیعوں کے رجحانات اکثر پائے جاتے تھے اور ایک عام آدمی ان کتابوں کو حاصل نہیں کر سکتا تھا جس سے فائدہ اٹھا کر بادشاہوں نے اور مطلب پرست علماء نے عوام کیلئے جو کتابیں بنوائیں ان میں قرآن کریم یا احادیثِ نبویؐ کے بجائے

پیروں بزرگوں کے مَن گھڑت قصّے کہانیاں اور بے سند کرامات کو زیادہ مشتہر کیا گیا۔ جو تعلیم ہمیں مسجد میں ملنی چاہیئے تھی وہ عام مدرسوں اور خانقاہوں میں دی گئی اور اس ادھوری تعلیم کی وجہ سے ہمارا شعور بھٹکتا رہا اور آج ہمارے عام مسلمانوں کا حال اس آیت کے عین مطابق ہے۔

"اور جب نام لیجئے خالص اللہ کا تو رک جاتے ہیں دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا اور جب نام لیجئے اسکے سوا اوروں کا تب وہ لگیں خوشیاں منانے

(سورۃ الزمر ۴۵)

سُنّت سے نفرت اور بدعت سے شغف:

آپ غور کریں کیا یہ سچ نہیں کہ آج اگر اللہ، رسول کی باتیں اور احکام الٰہی کا ذکر کیا جائے اور بتلایا جائے کہ مسلمان ہونے کے ناطے اس پر کیا باتیں لازم آتی ہیں اور اس وقت جو وہ کر رہا ہے شرک اور بدعت ہے تو وہ آپ کو سیدھا سیدھا وہابی یا اہل حدیث اور منکرِ اولیاء قرار دے گا۔ کیونکہ اس کو اپنے مرنے کا اور قیامت کے روز حساب کا کوئی تصور ہی نہیں ہے وہ تو صرف اسی زندگی کو سب کچھ جانے گا۔ دینی مجالس میں آپکو گنے چنے لوگ ہی نظر آئیں گے۔ ان میں بھی اکثر سننے والے ہوں گے۔ سُن کر عمل کرنے والے بہت کم ہوں گے۔ برخلاف اس کے کہیں پیر فقیر اور کسی بزرگ کا ذکر ہو رہا ہو اور انکی جھوٹی سچی کرامات اور اناپ شناپ باتیں بیان کی جارہی ہیں تو وہاں لوگوں کی بہتات ہوگی جو ان بیانات کو بڑے غور سے سُن رہے ہوں گے اور ایسے قصّے کہانیاں سُن سُن کر ان کے چہروں پر مسرت نمایاں ہوگی اور دل خوشی سے جھوم رہے ہوں گے اور اس مجلس کے چرچے گھر گھر ہو رہے ہوں گے۔ ہر شخص اپنے پیروں کے کرشمے بتاتا نظر آئے گا۔ مسجد میں نمازیوں کی تعداد تو گنتی کی ہوگی لیکن عرس، قوالی، میلاد، محرم وغیرہ کے میلوں میں جدھر دیکھو

ادھر مسلمان نظر آئیں گے۔ ہمارے ہندوستان کے اکثر صوفیاء کرام اپنی ولایت میں بڑا بلند درجہ رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے مسلمانانِ ہند کی بڑی خدمت کی اور یہ اولیاء کرام احکامِ خدا اور رسول کی سختی سے پابند تھے اور مسلمانوں میں شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ میں اپنی عزیز ترین زندگیاں صرف کردیں، کیا انھوں نے یہی تعلیم دی ہوگی؟ کہ انکے مرنے کے بعد ان مزاروں کو عبادت گاہ بنادیا جائے۔ اللہ رب العالمین کو چھوڑ کر ان کی درگاہوں کو منتوں مرادوں اور حاجات حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ اس پروردگار کو چھوڑ کر جو ہر چیز پر قادر ہے، ایک فانی انسان کو جو مرچکا ہے اپنا مرکز بنائیں؟ یہ باتیں ان بزرگانِ دین پر تہمت اور انکی تعلیم کے برعکس ہے ان لوگوں نے تو ہمیں اللہ کے احکام کے مطابق یہی سبق دیا جو قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یہ اللہ ہے تمھارا رب، اسی کے لیے تمام بادشاہی ہے اور جن کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے، اگر تم ان کو پکارو نہیں سُن سکیں گے تمھاری پکار، اگر وہ سُن سکتے تب بھی وہ تمھاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے تھے، اور قیامت کے دن منکر ہونگے تمھارے شریک بنانے کے"

(سورہ فاطر ۱۳ و ۱۴)

یہ غور کرنے کا مقام ہے اس صاف صاف اللہ کے حکم کی روشنی میں، کیا ہمارے بزرگوں اور اولیاءِ کرام نے ایسے مشرکانہ مفروضات جو ان کی زندگیوں میں بھی نہیں ہوتے تھے ہم لوگوں کو کرنے کی ہدایت دی ہوگی؟ یہ تمام باتیں ان کی وفات کے بعد انکے مریدوں اور مجاوروں نے اپنی عزت شان و شوکت اور آمدنی کو برقرار رکھنے کیلئے ان بزرگوں کے نام سے غلط سلط واقعات اور قصّوں کے ذریعے رائج کیں۔ لوگ اسی کو سچ جان کر اندھا دھند اسی طرف دوڑ پڑے۔

صاحب! انسان بڑا ہی سہولت پسند واقع ہوا ہے اور وہ ہر بات اور ہر چیز میں شارٹ کٹ راستہ اختیار کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ لہٰذا ان پیروں اور مرشدوں نے اسے نماز روزے یا دیگر ارکان اسلام ادا کیے بغیر مرے ہوئے بزرگوں، ولیوں اور اماموں کی نذر نیاز اور انکے نام کی قربانیوں کے ذریعے اپنی حاجتیں مرادیں حاصل کرنے اور پیر صاحب کی خوشنودی کے ذریعے جنت میں جانے کا راستہ لوگوں کو سمجھا دیا پھر کون اسلامی احکام کو جو ذرا مشکل سے ہیں اس پر عمل کرے گا؟ اور ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ وہ بزرگان دین یا وہ تبرک جن کو وہ پکارتے رہے ہیں، قیامت کے دن صاف صاف انکار کر دینگے کہ انھوں نے لوگوں کو کوئی ایسا سبق یا ہدایت نہیں دی تھی اور ہم لوگ ایسے شرک اور بدعتوں سے بری ہیں۔ اور اگر ایسے درگاہ پرستوں اور نذر نیاز پرستوں کو جب کوئی صحیح راستہ بتلائے تو وہ لوگ بالکل آپ کو اُسی طرح جواب دیں گے جس طرح قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے۔

"اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو تابعداری کریں گے اسکی جس پر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادا کو بھلا اگرچہ انکے باپ دادا نہ سمجھتے ہوں کچھ اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ (سورۃ البقرہ ۱۶۹)

آج کل ہمارے ایسے بھائی جو صرف نام کے مسلمان ہیں ان کا بھی تقریباً یہی جواب ملے گا۔ آپ لاکھ ان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات بتلائیں۔ قرآنی آیات سے بات کو سمجھانے کی کوشش کریں مگر وہ کہیں گے کہ یہ تو وہابی ہے بھلا اگر یہ بات ہوتی تو ہمارے باپ دادا اور بزرگ کیوں ایسے رسوم اور عقائد رکھتے تھے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو سمجھانا اور صحیح راستہ بتلانا اُن مذہبی لوگوں کا کام ہے جن کی مسلمانوں میں کچھ عزت ہے، مگر ایسے لوگ خاموشی اختیار

کیے رہتے ہیں کہ ان کی رہی سہی عزت بھی کہیں ختم نہ ہو جائے اور وہ جانے پہچانے مولوی صاحبان اور پیری مریدی کے ٹھیکیدار حضرات بھی جو مسلمانوں کی رہنمائی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کا درس دینے کی بجائے اپنی لیڈری اور مشیخت کو قائم رکھنے کیلئے ہاتھ پیر مارتے نظر آئیں گے۔ انھیں کسی نہ کسی ذریعے اپنی جیبیں اور پیٹ بھرنے کی فکر لگی رہتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

"بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں اس حکم کو جو اللہ نے کتاب میں نازل کیا اور لیتے ہیں اس پر تھوڑا مول، وہ نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ اور (ناراضی کی وجہ سے) نہ بات کرے گا اللہ ان سے قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا اُن کو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"

(سورۃ البقرہ ۱۷۴)

یہ ہے ہمارے ان عالموں اور بزرگوں کا حال جو جاہل اور سادہ لوح لوگوں کو سیدھا راستہ بتلانے کے بجائے اپنے فائدے کی خاطر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح راستہ کی طرف رہنمائی نہیں کرتے جو اللہ کی کتاب کے ذریعے ہم مسلمانوں کو بتایا گیا اور اس کے بجائے یہ علماء اور مشائخ اور پیری مریدی کے ٹھیکیدار حضرات نذر نیاز، جھاڑ پھونک، جنوں بھوتوں کو اتارنے کے اول فول طریقوں سے عوام سے پیسہ بٹورتے ہیں اور اپنی سیادت اور ریاست قائم رکھنے کیلئے لوگوں کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق سے دُور رکھتے ہیں اسلیے کہ کہیں مسلمان اہل علم حاصل کر کے ان کے جال سے نکل کر دین حق اختیار نہ کر لیں جس سے ان کی ساری آمدنی بند ہو جائیگی ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی سخت وعید نازل فرمائی ہے۔

ان احکام خداوندی کو دیکھتے ہوئے بھی ہمارے مسلمان بھائی ان مشرکانہ طور طریق

سے توبہ نہیں کرتے سال کا کوئی مہینہ ہی مشکل سے گزرے گا جس میں کسی قسم کی عید کا بندوبست نہ ہوتا ہو محرم میں شہیدوں اماموں کے نام سے نذر نیاز اور نعرے بازی ہو رہی ہے تو گیارہویں میں غوث الاعظم دستگیر کے نام سے بکرے کٹ رہے ہیں۔ بارہ وفات میں نئی نئی رسوم پیدا کی جا رہی ہیں تیرہ تیزی میں کچھ عقائد کے تحت تیل پانی ہو رہا ہے تو رجب میں حضرت امام جعفر صادقؒ کے نام سے کونڈے کیے جاتے ہیں جو سات پردوں میں صرف عزیز و اقارب اور پاک و صاف مرد عورتیں ہی کھا سکتی ہیں۔ غریبوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ شعبان میں خاندان کے تمام مرے ہوئے لوگ نازل ہو رہے ہیں اور انکے نام سے حلوہ پوری بنا کر عیش کیے جا رہے ہیں۔ رمضان آیا تو روزے نماز کی تو کوئی کوئی پابندی کرتا ہے مگر عید کی تیاری ہر آدمی بڑے زور و شور سے کرتا ہے کچھ تو عید کی نماز کو بھی سال میں اوّل مرتبہ جاتے ہیں ورنہ باقی لوگ بغیر نماز ہی عید کی گھا گھمی میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ہر جمعرات کو مولا مشکل کشا کے نام سے گھُونگنے پر فاتحہ دی جا رہی ہے تاکہ آئی گئی مشکل آسان ہو جائے اور یہ سب سے آسان نیاز ہے جو زیادہ تر غریب لوگوں کے لیے رائج کی گئی ہے تاکہ کہیں وہ اپنی غربت کی وجہ سے اللہ کی جانب رجوع نہ ہو جائیں یہ سب چیزیں جو مجموعی طور پر شیعہ عقیدے سے متعلق ہے ہمارے اہلِ سنت حضرات زیادہ ہی کرتے نظر آئیں گے اور کبھی نہیں سوچیں گے کہ ہم میں اور شیعہ فرقے میں کیا فرق رہ گیا ہے بس یہ کہ سینہ کوبی کرنا ہی باقی رہ گیا ہے۔

غیر اللہ کے نام سے ذبیحہ کی ممانعت

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعے صاف صاف یوں فرمایا ہے۔

"اُس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) تم پر حرام کیا مردہ جانور اور لہو اور سؤر کا گوشت

اور وہ جانور یا چیزیں جن پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

(سورۃ البقرۃ ۱۷۳)

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے جو کسی بزرگ پیر فقیر یا ولی
کے نام سے بکروں یا دوسرے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور اسی گوشت سے نیاز کا کھانا پکا کر کھلاتے
اور کھاتے ہیں۔ کچھ لوگ کچھ چیزیں پکا کر کسی بزرگ فقیر یا مرنے والے کے نام سے کھلاتے ہیں۔
ایسے تمام لوگوں کو اس آیت میں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح سؤر کا
گوشت یا مرا ہوا جانور اور خون تم پر حرام کیا ہے جن کو کھاتے وقت تم کراہیت محسوس
کرتے ہو اسی طرح اللہ کے نام کے بجائے تم مخلوق کے نام سے کوئی قربانی کروگے یا کسی قسم کا کھانا یا
پھل تقسیم کروگے یا کھاؤگے وہ سب حرام ہیں اب وہ لوگ کیا کہیں گے؟ جو فاتحہ درود کی چیزیں
نہ کھانے والوں کو وہابی یا اہل حدیث کہتے ہیں۔ کون سیدھے راستے پر ہے؟ وہ لوگ کہ جو نہیں
کھاتے ہیں یا وہ لوگ جو ایسے مشرکانہ اور بدعتی کام کرتے ہیں۔ پھر اس سے کوئی فائدہ بھی تو ہو ایسے
لوگوں کو دنیا میں اپنی تنگ دستی اور مجبوری کے باوجود ادھر اُدھر سے پیسے جوڑ کر ایسے کام کرنے
پڑتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی ان کاموں سے فائدہ کے بجائے نقصان ہی ہوتا ہے یعنی اللہ
کی ناراضگی اور عذاب، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہر طریقے سے سمجھا رہا ہے۔ اسی سلسلے میں
قرآن پاک میں ارشاد ہو رہا ہے:

"اور ڈرو اس دن سے جب کام نہ آئیگا کوئی شخص کسی کے کچھ بھی اور
قبول نہ ہوگی اسکی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائیگا اسکی طرف سے بدلہ
اور نہ ان کو مدد پہنچے"۔ (سورۃ البقرۃ ۴۸)

اس آیت کریمہ میں بھی وہ الرحم الرّاحمین اپنے بندوں کو کھول کھول کر سمجھا رہا ہے کہ

Scanned with OKEN Scanner

یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ ایک دن وہ ضرور آنے والا ہے کہ تم کو اس ذات باری کے سامنے آنا ہوگا وہ روز ایسا ہوگا جس سے بڑے بڑے پیغمبر اور بزرگانِ دین جو کہ ہر گناہوں سے بچتے تھے پھر بھی اس دن کو یاد کر کے لرزہ براندام ہوتے رہے۔ وہ دن ڈرنے والا ہوگا۔ اور اس دن نہ کوئی پیر اور ولی تمھارے کام آئے گا اور کسی کی سفارش وہاں پر قبول ہوگی اور نہ بکرے یا جانور یا کھانے جو تم نے دوسرے لوگوں کے نام سے پکا کر کھلائے تمھارے کام آئیں گے بلکہ وہ سب چیزیں تمھاری جان کی دشمن ہو جائیں گی۔

صاحب مزار کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا شرک ہے

وہ لوگ جو عوام کو یہ غلط باتیں سمجھاتے ہیں کہ پیر ولی یا بزرگ کے مزار میں ہم اس لیے جاتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے اللہ کے حضور میں سفارش کریں گے ان لوگوں کے لیے بھی یہ آیتِ کریمہ کہی گئی ہے تاکہ انکی آنکھیں کھل جائیں مگر افسوس کہ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بن جاتے ہیں۔ خود بھی مشرکانہ حرکات کرتے ہیں اور دوسرے بھولے بھالے لوگوں کو بھی اسکی ترغیب دیتے ہیں لیکن اس کے انجام کی طرف کوئی نظر نہیں ڈالتا۔

میرے بھائیو! پروردگار نے قرآن پاک میں سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ یہی بات ہے کہ اسکی ذات اور صفات کی کوئی برابری نہیں کر سکتا اس لیے اس کے جو کام مخصوص ہیں ان کاموں میں دوسری مخلوق کو شامل نہ کرو کیونکہ ہر قسم کی مخلوق چاہے وہ انسان ہو یا جن یا چاہے وہ کسی جنس سے تعلق رکھتی ہو وہ کسی کو نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان پھر ہم کس وہم اور جھنجھٹ میں پھنس گئے ہیں کہ مرنے والے بھی ہماری سنتے ہیں اور وہ وقت بروقت مدد بھی کر سکتے ہیں۔ یہ سب باتیں ہمارے دشمنوں نے ہمارے عقائد بگاڑنے کیلئے اور ہم کو اپنے جیسا مشرک اور بدعتی

بنانے کے لیے رائج کیں اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعے جو مسلمانوں کے روپ میں موجود ہیں ہم کو غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں یہ دو فتوے نقل کرتے ہیں۔

"کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مرنے والوں کی روحیں قیامت سے قبل دنیا میں آتی ہیں جو لوگ فوت شدہ بزرگوں کے متعلق یہ گمان اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں وہ لوگ کافر ہو جاتے ہیں"۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"جو یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگانِ دین کی روحیں حاضر و ناظر ہیں اور سب حال جانتی ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔"

یہ دونوں فتوے فتاویٰ بزازیہ کے ہیں جو خاص الخاص حنفی مذہب سے ہے۔

افسوس کہ ہم کو ان نام نہاد مولویوں نے حنفی بھی نہ رہنے دیا۔

وسیلہ و واسطہ

اسی طرح مولوی حضرات وعظ کرتے ہیں کہ خدا اور بندے میں واسطہ اور وسیلہ ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔

"لوگو! خدائے لایزال نے اپنے بندوں کو بالراست سیدھا دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور درمیان سے واسطے یا وسیلے کو اس لیے اٹھا لیا ہے کہ اس پروردگار کی قدرت کا پورا پورا اظہار ہے کہ وہ رب عرش عظیم اپنے کمزور اور ضعیف، عاجز و لاچار، دور افتادہ بندوں کی ہر دعا، پکار اور آہ و زاری خود ہی سنتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے۔

میرے دوستو اور بھائیو! پیران پیر خود بغیر واسطے یا وسیلے کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرنے کا حکم فرما رہے ہیں اور ہم اپنے عمل پر غور فرمائیں کہ دُعا کرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کو کسی کی بزرگی کا واسطہ دیتے ہیں تو کسی کے خون کا واسطہ یا کسی نیکی کا واسطہ جبکہ اللہ تعالیٰ کو دوسرے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں وہ تو تمھارے اعمال کا تم کو صلہ دے گا کیوں کہ اللہ کا اپنی مخلوق پر حق ہے۔ کسی مخلوق کا اللہ پر کوئی حق نہیں۔

مثال کے طور پر آپ ہر طرح سے کام کاج کرنے کے قابل انسان ہیں مگر اپنی سستی اور کاہلی سے کچھ کام نہیں کرتے اور دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی جو دن رات محنت سے روپیہ کما رہا ہے اور خوشحال ہے اور آپ حاکم وقت سے درخواست کریں کہ اُس شخص کی کمائی سے آپ کو بھی کچھ مل جائے تو کیا یہ مناسب بات ہے۔ ہر شخص کی محنت اور کمائی کا صلہ خود اُس شخص کے لیے ہے دوسرے شخص کو چاہیئے کہ وہ اُس کا دیکھ کر خود بھی اسی طرح محنت کر کے کچھ حاصل کرے۔

قبر کو چومنا

کچھ لوگ درگاہوں اور قبروں پر جا کر کچھ مانگتے یا دُعا تو نہیں کرتے مگر احتراماً قبر کو بوسہ دیتے ہیں یا اس پر ہاتھ پھیر دیتے ہیں اس سلسلے میں بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں "قبروں کی زیارت کے وقت نہ ان پر ہاتھ پھیرو اور نہ ان کو چومو کہ یہ یہودیوں کی عادت ہے"۔ ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم لوگوں میں جو اعتقادات اور رسوم رائج ہو گئے ہیں۔ یہ ان اسلام دشمن قوموں نے جان بوجھ کر ہم کو گمراہ کرنے کیلئے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پھیلا رکھے ہیں۔ جس طرح وہ لوگ شرک جیسے گناہوں میں مبتلا ہیں ہم کو بھی شرک کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ مشرکانہ اعتقادات اور اعمال کے سلسلے میں صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

"یقیناً یہ بھی ہوگا کہ تم (یعنی مسلمان) اپنے سے پہلے کی گمراہ امتوں کے طریقوں کی پوری پیروی کروگے۔ بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ (یعنی برائیوں اور گمراہیوں میں بالکل انکے قدم بہ قدم چلوگے۔ یہاں تک اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم اس میں بھی انکی پیروی کروگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ کا مطلب یہود و نصاریٰ سے ہے؟ آپؐ نے فرمایا" تو اور کون" یعنی مطلب یہی کہ تم یہود و نصاریٰ والی گمراہیاں اختیار کروگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی بنیاد پر جس طرح دوسری ہزاروں پیشن گوئیاں مستقبل کے بارے میں فرمائیں اسی طرح آپ نے بڑے ہی دلی رنج والم کے ساتھ مسلمانوں کے بارے میں بھی یہ ایک پیشن گوئی فرمائی تھی جو اس حدیث میں ہے۔

اور آج ہم وہ زمانہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم مسلمان ان ہی غیر قوموں کی گمراہیوں اور بدعتوں خرافات میں مبتلا ہیں۔

غیر منقسم ہندوستان میں جہاں مفاد پرست علماء نے لوگوں کا دین وایمان خراب کیا۔ وہاں اہل حق حضرات نے بھی مسلمانوں کو گمراہیوں سے دور کرنیکی مہم انجام دی۔ یہ بزرگانِ دین ہر دور میں طالبانِ حق کو صحیح راستہ دکھاتے رہے اور شرک وبدعت سے روکتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا قول

فتاوی عزیزی جلد اول میں لکھتے ہیں" اور دوسری ہندوستانی قومیں جو شرک کرتی ہیں وہی حال بہت سے نام کے مسلمانوں کا ہے مثلاً تعزیہ داروں' درگاہوں کے مجاوروں' جلالیوں اور مداریوں کا۔ اور اکثر ارواحِ طیبہ سے امداد کے معاملے میں بہت ہی غلط عقائد کی بھرمار

ہو گئی ہے اور مسلمان دیگر عوام کی طرح اپنے کاموں میں بزرگانِ دین کو مستقل مختار سمجھتے ہیں یہ بلاشبہ شرک ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کا قول

"اور جو لوگ بزرگوں کے لیے حیوانات مثلاً بکرے مرغے وغیرہ کی نذر مانتے ہیں اور پھر ان کی قبروں پر لے جاکر ذبح کرتے ہیں تو روایات میں اس فعل کو شرک میں داخل کیا ہے اور یہ غلط نہیں ہے کیونکہ ایسی قربانیاں جنوں، دیوی، دیوتاؤں کے سلسلے کی ہیں" اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں: "جو عورتیں اور مرد پیروں اور نیک بیبیوں کی نیت سے ان کے نام کے روزے رکھتے ہیں اور ان روزوں کے وسیلے سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہماری حاجتیں وہ پوری کر دیں گے۔ ان جاہل مردوں اور عورتوں کا یہ عمل شرک فی العبادت ہے۔ سچ پوچھو تو یہ سارے عمل جو ہم مسلمان کر رہے ہیں وہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہو رہے ہیں۔ غیر قومیں یہ چاہتی ہیں کہ مسلمانوں میں دین اور ایمان کا جو جذبہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے ماننے سے پیدا ہوتا ہے وہ کسی طرح ختم ہو جائے۔ وہ طریقہ ایک ہی ہے کہ مسلمانوں میں شرک کو عام کر دیا جائے حالانکہ وہ خود بھی اللہ کی وحدانیت کو مانتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول

اپنی کتاب الفوز الکبیر کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں" اگر عرب کے مشرکین کے احوال و اعمال کا صحیح تصور تمہارے لیے مشکل ہو اور اس میں کچھ سوچ بچار ہو تو اپنے زمانے میں ان لوگوں کا حال دیکھ لو جو قبرستانوں، آستانوں اور درگاہوں پر جاتے ہیں اور طرح طرح کی منتیں مرادیں مانگتے ہیں اور چڑھاوے

پڑھا کر بدعت کو فروغ دے رہے ہیں"

اسی طرح دوسری جگہ اپنی تصنیف حُجَّةُ اللّٰهِ البَالِغَہ میں باب توحید کے صـ ۵۹ پر غیر مسلم اور مشرکین کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "اور مشرکین اتنی بات ماننے میں مسلمانوں سے متفق ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے معاملات اور جن امور کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے کوئی قطعی فیصلہ کر دیا ہے اور کسی دوسرے کیلئے اس میں اختیار کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے ان کا نظام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن دنیا کے باقی امور کے بارے میں انکی رائے مسلمانوں سے مختلف ہے۔"

ان کا مذہب اور عقیدہ ہے کہ ان میں کچھ نیک اور بزرگ لوگ تھے انھوں نے اللہ کی خوب عبادت کی اور اس کا خاص تقرب حاصل کر لیا تو اللہ نے ان کو مقام الوہیت عطا فرما دیا اور وہ اس کے مستحق ہو گئے کہ باقی مخلوق ان کی پوجا کرے جس طرح کوئی شہنشاہ ہو اور اس کا غلام اس کی اچھی طرح خدمت بجالائے تو اس کو حکومت اور فرماں روائی کا خلعت دے دے۔ اور اپنے زیر حکومت شہروں کا نظام اس کے حوالے کر دے تو ان شہروں پر حق ہو گا کہ اس کا حکم مانیں اور یہ مشرکین اس کے قائل ہیں کہ اللہ کی عبادت جب ہی قبول ہو گی جب اس کے ساتھ ان بزرگوں اور دیوتاؤں کی بھی پوجا کی جائے اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تو بہت بلند اور بالاتر ہے لہذا ہماری عبادت ہم کو اس کے قریب نہیں پہنچا سکتی بلکہ اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ان بزرگ دیوتاؤں کو راضی کیا جائے تاکہ وہ ہمیں اللہ کے مقام قرب تک پہنچا دیں اور یہ مشرک اس کے قائل ہیں کہ ان کے یہ معبودان باطل اور دیوتا ہر حالت میں سنتے اور دیکھتے ہیں اور اپنی عبادت کرنے والوں کی اللہ کے دربار میں سفارش کرتے ہیں ان کے کام اور مرادیں بناتے ہیں اور مشکل وقت میں انکی مدد کرتے ہیں۔

اے مسلمان بھائیو! ذرا غور کرو مشرکین اور غیر قوموں کے ان اعتقادات میں اور ہم میں کیا فرق رہ گیا ہے وہ دیوی دیوتاؤں سے جو امید رکھتے ہیں وہی آج ہم مرے ہوئے پیروں

فقیروں کی درگاہوں پر جاکر کرتے رہے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کا روزِ قیامت جو حشر ہوگا قرآن پاک کی اس آیت میں ملاحظہ ہو۔

"اور جب دیکھیں گے مشرک اپنے شریکوں کو، بولیں گے اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوا، تب وہ اُن کی بات کا جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ (سورۃ النحل ۸۶)

روزِ قیامت کی کسمپرسی اور شیطان کی برأت

قیامت کے دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا ہر شخص بھاگا بھاگا پھر رہا ہوگا کہ کہیں چھٹکارے کی صورت پیدا ہو۔ ایسے میں ان لوگوں کو پیر بزرگ یا ولی بھی دوڑتے نظر آئیں گے۔ انھیں روک کر وہ مشرک پکار کر کہیں گے۔ "اے اللہ یہی وہ بزرگ ہے جن کی ہم نذر نیاز دیا کرتے تھے انہی کے نام سے بکرے اور جانور قربان کیا کرتے تھے کیونکہ ہم کو بتلایا گیا تھا کہ یہ تیرے محبوب ہیں اور تیرے کاموں میں مددگار ہیں اور ہماری تمام مرادیں تجھ تک پہنچا سکتے ہیں"۔ تب وہ بزرگ ولی یا پیر کہیں گے۔ اے اللہ تو جانتا ہے ہم مخلوق بندے ہیں۔ ہم اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے تو دوسروں کے لیے وہ بھی مرنے کے بعد کیا کر سکتے تھے یہ جھوٹے ہیں۔ ہم نے تو اپنی زندگیوں میں لوگوں کو شرک اور بدعت سے دور رہنے کا سبق دیا تھا۔ یہ لوگ اپنی طرف سے شیطان کے بہکانے سے ایسے عمل کرتے رہے ہم ان کے ان کاموں سے بری ہیں"۔ پھر وہ لوگ اپنے سارے کام شیطان کے سر تھوپیں گے اور شیطان روزِ قیامت اُن کو جو جواب دے گا وہ اس آیت میں ملاحظہ ہو۔

"اور بولے گا شیطان جب فیصل ہو چکے گا سب کام۔ بےشک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ جھوٹا تھا۔ اور تم پر میری حکومت

Scanned with OKEN Scanner

نہیں تھی مگر میں نے بلایا تم کو اور تم نے میری بات کو مان لیا۔ سو الزام نہ دو مجھ کو اور اپنے آپ کو الزام دو۔ نہ میں تمھاری فریاد کو پہنچوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچو۔ میں منکر ہوں اس چیز کا جس میں تم نے مجھ کو شریک بنایا تھا آج سے پہلے۔ البتہ جو ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سورۃ ابراہیم ۲۲)

قیامت کے دن لوگ اُن پیروں اور بزرگوں کے جواب سے مایوس ہو کر شیطان کو تلاش کریں گے اور اس کو الزام دیں گے کہ اے ملعون ہم نے تیرے اور تیرے چیلوں کے ورغلانے سے اپنے جیسے انسانوں کو اللہ کی صفات کے برابر جانا اور تو نے دنیا میں ہم کو غلط راستہ دکھا کر اس روز مصیبت عظیم میں گرفتار کیا اب کچھ تدبیر کر مثلاً کچھ سفارش وغیرہ کا انتظام کر تاکہ عذابِ الٰہی سے رہائی ملے تب ابلیسِ لعین ان لوگوں سے کہے گا بے شک اللہ وحدہٗ لاشریک نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعے تم کو صحیح راستہ دکھایا تھا اُس نے تم کو احکام الٰہی کے ذریعے کفر و شرک سے باز رہنے کی ہدایت کی تھی۔ جنت اور دوزخ کی حقیقت کھول کھول کر بتلائی تھی اور جو وعدے کتاب کے ذریعے کیے تھے وہ بالکل سچ تھے جو تم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور جو وعدے اس کلام کے خلاف میں نے تم کو دیے تھے وہ غلط تھے۔ میں نے تم کو ایک ایسے راستے کی طرف رہنمائی کی تھی جس کا جھوٹ ہونا تم دنیا میں بھی اپنی عقل اور فکر کے ذریعے ثابت کر سکتے تھے لیکن تم تو آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنی نفسانی خواہشات کی طرف دوڑے، میرے پاس نہ حجت د برہان کی قوت تھی اور نہ ایسی طاقت تھی کہ تم کو زبردستی ایک جھوٹی بات ماننے پر مجبور کرتا۔ البتہ میں نے تم لوگوں کو بُرے کاموں کی طرف بُلایا جو میرا مشن تھا اور تم لوگ بغیر سوچے سمجھے خوشی خوشی جھپٹ پڑے۔ میں نے جدھر سَنہ دی ادھر اپنی رضا و رغبت سے چل پڑے۔ اگر میں نے یا میرے چیلوں نے

تمھیں غلط راستہ دکھایا تھا تو تم کیوں اندھے بن گئے تھے ۔ تمھارے پاس تو احکامِ الٰہی سے بھرپور سچی کتاب تھی اور خدا کے محبوب اور رحمۃ للعالمین جیسے پیغمبر نے تم کو جنّت کی خوشخبری دی تھی پھر بھی تم کیوں اندھے بن گئے تھے کہ نہ دلیل دیکھی اور نہ میرے دعووں کو پرکھا اور میرے پیچھے ہولیے۔ انصاف تو یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے آپ کو ملامت کرو کہ تم اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود ایسی نچلی حرکتیں کرتے رہے۔ میرا تو جرم صرف اتنا تھا کہ تم کو بہکایا لیکن تم پر زبردستی نہیں کی تھی مگر تم اپنی حماقت سے اپنے ہی جیسے انسانوں کو اللہ کی صفات کے حامل سمجھ کر اس پروردگار کو پکارنے کی بجائے اپنے پیروں ولیوں اور پیغمبروں کو پکارنے اور مدد مانگنے لگے اور اپنی جہالت سے شرک کے مرتکب ہوئے۔ میں آج تمھارے ان کاموں سے منکر ہوں اور تم لوگوں سے بیزار ہوں اب مجھے ملامت کرنے کا تم کو کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی میں تمھاری کوئی مدد کرسکتا ہوں۔ اور نہ تم لوگ ہی میرے کچھ کام آسکتے ہو۔ تم نے جان بوجھ کر دنیا میں اپنے نفس پر ظلم کیا اور آج کے دن ظالموں کا بہت ہی برا حشر ہونے والا ہے کیونکہ یہی اللہ جل جلالہٗ کا وعدہ ہے"!

میرے بھائیو! غور کرو آج ہم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ لوگوں کے بہکانے سے یا علماءِ سو کے بہکانے سے یا شیطان کے کرتوتوں سے کر رہے ہیں لیکن جب ہم پر روزِ محشر برا وقت آئیگا تو نہ وہ ہماری کسی طرح کی مدد کرسکیں گے اور نہ کچھ کام آئیں گے اس روز وہ بزرگانِ دین بھی جن کے ہم آج عرس میلے کر رہے ہیں اور انکی درگاہوں کو اپنی امیدوں کا ملجا سمجھ کر قسم قسم کی مشرکانہ حرکات کر رہے ہیں اور وہ لوگ بھی ہم کو الٹا دوش دیں گے کہ انھوں نے تو ایسے کام سے منع کیا تھا۔ لیکن لوگوں نے اپنی مرضی سے ہمارے مرنے کے بعد ایسے الٹے سیدھے کام کرنے شروع کیے اور شیطان لعین جو یہ کام کرواتا ہے وہ بھی صاف صاف کہہ دے گا کہ تم کو تو معلوم ہی تھا کہ میرا کام ہی بہکانا اور الٹا راستہ دکھانا ہے پھر تم کس وجہ سے اشرف المخلوقات ہوئے کر اپنی عقل سے کام نہ لیا۔

شرک گناہِ عظیم

مذکورہ بالا تمام باتوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ شرک اور بدعت ہی ایسی لعنتیں ہیں جو ہزار گمراہیوں کی جڑ ہیں جس کے متعلق سب سے زیادہ آیتیں اور ہدایتیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ دوسرے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے اتنی زیادہ سختی سے بیان نہیں کیا چنانچہ شرک کس قدر خطرناک ہے آپ اس آیت سے اندازہ لگائیں۔

"اور اللہ اس گناہ کو کبھی معاف نہیں کرے گا کسی اور کو اُس کا شریک (یعنی اس کے برابر) بنایا جائے۔ اور اس کے سوا دوسرے گناہ ہیں جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا وہ راستے سے بھٹک گیا۔ (سورۃ النسآء ۱۱۶)

اسی طرح مشکوٰۃ کے باب الاستغفار میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اے ابنِ آدم! اگر تو ساری دنیا کے گناہ لے کر میرے پاس آئے لیکن شرک کا گناہ تیرے سر نہ ہو تو بے شک میں ان سب کو معاف کر دوں گا" اس آیت کریمہ اور حدیثِ نبویؐ شریف کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر گناہوں سے کسی طرح بچ نہیں سکتا کیونکہ انسان اور دنیا کا چولی دامن کا ساتھ ہے وہ آدمی کو طرح طرح سے اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے اور شیطان لعین بھی اپنے اور اپنے شاگردوں کے ذریعے نت نئے گناہ کرواتا رہتا ہے مگر ایک بندہ جس نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کو اپنے ایمان کا مرکز جانا اور اس اعتقاد پر مضبوطی سے قائم رہا پھر جب وہ اپنے پروردگار کے حضور میں پہنچے گا تو وہ غفورٌ رحیم اپنی رحمت سے اس کے دوسرے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اس کے برعکس ایک مشرک جس نے اپنے

پروردگار کی صفات کو مخلوق کے اندر بھی جانتا تھا اور ساتھ ساتھ عبادت گزار بھی رہا - خواہ وہ ولیوں اور پیغمبروں کی سی نیکیاں بھی اگر ساتھ لے کر جائے وہ بخشا نہیں جائے گا - چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے لیے قرآن پاک میں ارشاد ہو رہا ہے کہ :

" اور حکم ہو چکا تجھ کو اور تجھ سے اگلوں کو کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور ہو گا تو نقصان اٹھانے والوں میں"۔

(سورۃ الزمر ۶۵)

یعنی جو لوگ پیروں فقیروں ولیوں اور مرشدوں کے مرنے کے بعد یا ان کی زندگی میں یا ان کے متعلق ایسی صفات کا عقیدہ رکھتے ہوں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں - وہ لوگ لاکھ نمازیں پڑھیں اور حج کریں یا ڈھیر سارے نیک کام کریں ان کے وہ سب عمل اکارت جائیں گے - اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپنے ہر کام اور ہر حال میں صرف اللہ کو کافی جانے اور اس کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکائے ہاتھ نہ پھیلائے، کسی کو اپنا مالک اور مختار نہ بنائے۔ اللہ کے غضب سے بھاگ کر جان بچانے اور پناہ لینے کے لیے کسی غیر کا دامن نہ پکڑے بلکہ خود اللہ کی طرف رجوع کرے اور گڑگڑا کر معافی مانگیں۔ ایسے آدمی سے جو گناہ ہوں گے وہ بشریت کے تقاضے سے ہوں گے اور اسے اللہ تعالیٰ معاف بھی کر دے گا - اس لیے ہم لوگوں کو چاہیے کہ اب تک ہم جو غلط کام اور عمل پیروں فقیروں اور ملاؤں کے بہکانے سے کرتے رہے۔ ان سب کو یکلخت چھوڑ کر وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر توبہ کریں اور اپنی ساری امیدیں اور آرزوئیں دعا کی صورت میں اس پروردگار کے اسمائے حسنیٰ کے وسیلہ سے طلب کریں۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے :

"اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں تو تم اللہ کو انھیں ناموں سے پکارو اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں کج روی پیدا کرتے ہیں انھیں اُن کے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔ (سورۃ الاعراف ۱۸۰)

یہ آیت وسیلہ کے ان بجاریوں کے لیے بھی ایک سبق ہے جو لوگوں کو غلط وسیلوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس معاملے میں اللہ رحیم وکریم ہم مسلمانوں کو فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو اچھے اچھے نام ہیں جو قرآن پاک میں ننانوے ۹۹ کے قریب ہیں ان ہی صفات کے ذریعے یعنی وسیلہ سے اس کریم کو پکارو اور مدد مانگو، یہ اسمائے حسنیٰ بندوں کے لیے اُنکے درد کا مرہم اور مصیبتوں کا علاج اور بیماریوں کے لیے شفا ہیں۔ یہی اسمائے حسنیٰ خالق کائنات کے جلال وجمال کے مظہر ہیں۔ ہماری اکثریت چند گمراہ لوگوں کے بہکانے اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں کی مرتکب ہو جاتی ہے ان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اب تو ہم گناہوں سے دب چکے ہیں اب بھلا ہماری کیا بخشش ہو گی۔ بھائیو! اللہ بڑا غفور ورحیم ہے وہ اپنے بندے کو مرتے دم تک نہیں دھتکارتا خواہ وہ کانوں تک گناہوں کے بوجھ میں ڈوبا ہوا ہو اس پر توبہ کا دروازہ موت کی گھڑی تک کھلا رکھا گیا ہے۔

اے مالک حقیقی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری طرف سے درود وسلام بھیج۔ جنھوں نے ہم جاہلوں کو تیرا دین سکھا کر ایک روشنی عطا فرمائی۔ ہم عاجز اور بے قدر بندوں کو اپنی خوشنودی کی خاطر اتنی توفیق دے کہ دین کو سمجھ سکیں اور تُو نے جس طرح اپنی کتاب میں شرک اور توحید کے معنیٰ اور لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم سمجھایا اسی طرح ہم کو اُن تمام شرک اور بدعتوں سے نکال کر ایک موحّد اور پاک مسلمان بنا دے۔ آمین یارب العالمین۔

Scanned with OKEN Scanner

کلامِ شیخ العالمؒ

ہرانا گرٕی زِ مُیتھنہٕ کوٗشرہ ڈلشی

دیانا گرٕی زِ گُیتھ —— پان

کڑیا گرٕی زِ مُیتھنہٕ زانہہ مشی

مَشی تہٕ نشی پنُنے —— پان

❖

خدا کے حضور اپنی غلطیوں کے اعتراف میں آنسو بہا بہا کر معافی طلب کر ہر وقت اپنا محاسبہ کر اور نیکی کی روِش ہرگز نہ چھوڑ۔ اگر تو حق بھول گیا تو گویا تو گمراہ ہوگیا ؎

Scanned with OKEN Scanner